ترجمہ: کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے جس
بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے۔
(بیان القرآن)
اکابر کا رمضان
جس میں
اکابر کرام اور مشائخ عظام
نور اللہ مراقدہم کے ماہ مبارک کے مختلف معمولات
نہایت شرح وبسط کے ساتھ تحریر کیے گئے ہیں۔
مصنفہ
رت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہار
ثم المہاجر المدنی قدس اللہ سرہ

فہرست مضامین رسالہ اکابر کا رمضان

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

اکابر کے چند معمولات فضائل رمضان کی ابتداء میں گزر چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ بیتی لکھتے وقت بعض دوستوں کی درخواست پر میں نے حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے کچھ دیگر معمولات بھی رمضان المبارک کے ذکر کئے تھے مضمون بالا کی مناسبت سے یہاں بھی نقل کراتا ہوں، حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ کے معمولات کے متعلق خواجہ عزیز الحسن کے جواب کے بعد دوستوں کا اصرار ہوا خود میرا بھی خیال ہوا کہ ان استفسارات (سوالات) کے متعلق مرشدی وسیدی حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے معمولات نقل کراؤں، اس لئے اوّل اپنے سوالات نقل کراتا ہوں، اس کے بعد حضرت سہارنپوری کے معمولات ان سوالات کے متعلق نقل کراؤں گا۔

مکتوب زکریا بنام خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ

مخدومی حضرت خواجہ صاحب زاد مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، یہ سن کر کہ آپ کچھ طویل مدت کے لئے تھانہ بھون میں مقیم ہیں بے حد مسرت ہوئی حق تعالیٰ شانہ ترقیات سے نوازیں۔ اس وقت باعث تکلیف دہی ایک خاص امر ہے جس کیلئے بڑے غور کے بعد جناب ہی کی خدمت میں عرض کرنا مناسب معلوم ہوا کہ حضرت مولانا کے یہاں آپ سے زیادہ بے تکلف شاید کوئی نہ ہو اس لئے جناب کو اس میں سہولت ہوگی مجھے حضرت کے معمولات رمضان شریف معلوم کرنے کا اشتیاق ہے، خود حضرت سے پوچھتے ہوئے تو

ادب مانع ہے اور خود حاضر ہو کر دیکھوں تو ایک دو روز میں معلوم ہونا مشکل ہے اس لئے جناب کو واسطہ بناتا ہوں امید ہے کہ اس تکلیف کو گوارا فرمائیں گے۔ سوالات سہولت کے لئے میں خود ہی عرض کرتا ہوں (۱) وقت افطار کا کیا معمول ہے یعنی جنتریوں میں جو اوقات لکھے جاتے ہیں ان کا لحاظ فرمایا جاتا ہے یا چاند وغیرہ کی روشنی کا (۲) اگر جنتری پر مدار ہے تو تقریباً کتنے منٹ احتیاط ہوتی ہے یا بالکل نہیں ہوتی (۳) افطار میں کسی خاص چیز کا اہتمام ہوتا ہے یا کل ماتیسر اگر اہتمام ہوتا ہے تو کس چیز کا (۴) افطار اور نماز میں کتنا فصل ہوتا ہے (۵) افطار مکان پر ہوتا ہے یا مدرسہ میں (۶) مجمع کے ساتھ افطار فرماتے ہیں یا تنہا (۷) افطار کیلئے کھجور یا زمزم کا اہتمام فرمایا جاتا ہے یا نہیں (۸) مغرب کے بعد نوافل میں کماً (تعداد) یا کیفاً (کیفیت کے اعتبار سے) کوئی خاص تغیر ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کیا (۹) اوابین میں تلاوت کا کیا معمول ہے۔ رمضان اور غیر رمضان دونوں کا کیا معمول ہے (۱۰) غذا کا کیا معمول ہے یعنی کیا کیا اوقات غذا کے ہیں۔ نیز رمضان اور غیر رمضان میں کوئی خاص اہتمام کمی زیادتی کے اعتبار سے معتاد ہے یا نہیں۔ (۱۱) تراویح میں اسسال تو معلوم ہوا ہے کہ علالت کی وجہ سے مدرسہ میں سنتے ہیں، مگر مستقل عادت شریفہ کیا ہے خود تلاوت یا سماع اور کتنا روزانہ (۱۲) ختم کلام مجید کا کوئی خاص معمول مثلاً ستائیس شب یا انتیس شب یا کوئی اور شب ہے یا نہیں (۱۳) تراویح کے بعد خدام کے پاس تشریف فرما ہونے کی عادت شریفہ ہے یا نہیں۔ فوراً مکان تشریف لے جاتے ہیں یا کچھ دیر کے بعد تشریف لے جاتے ہیں تو یہ وقت کس کام میں صرف ہوتا ہے (۱۴) مکان تشریف لیجا کر آرام فرماتے ہیں یا کوئی خاص معمول ہے اگر آرام کرتے ہیں تو کس وقت

سے کس وقت تک (۱۵) تہجد میں تلاوت کا کیا معمول ہے یعنی کتنے پارے کس وقت سے کس وقت تک (۱۶) سحر کا کیا معمول ہے یعنی کس وقت تناول فرماتے ہیں اور طلوع فجر سے کتنا قبل فارغ ہو جاتے ہیں (۱۷) سحر میں دودھ وغیرہ کسی چیز کا اہتمام ہے یا نہیں، روٹی تازی پکتی ہے یا رات کی رکھی ہوئی (۱۸) صبح کی نماز معمول کے وقت اسفار (روشنی) میں ہوتی ہے یا کچھ مقدم (۱۹) دن میں سونے کا کوئی وقت ہے یا نہیں اگر ہے تو صبح کو یا دوپہر کو (۲۰) روزانہ تلاوت کا کوئی خاص معمول ہے یا نہیں۔ یعنی کوئی خاص مقدار تلاوت کی رمضان میں مقرر فرمائی جاتی ہے یا نہیں (۲۱) کسی دوسرے شخص کے ساتھ دور کا یا سنانے کا معمول ہے یا نہیں (۲۲) تلاوت حفظ اکثر فرمائی جاتی ہے یا دیکھ کر (۲۳) اعتکاف کا معمول ہمیشہ کیا رہا ہے اور اعتکاف عشرہ سے زیادہ ایام مثلاً اربعینہ (چالیس روز) کا کبھی حضرت نے فرمایا ہے یا نہیں (۲۴) اخیر عشرہ میں اور بقیہ حصہ رمضان میں کوئی فرق ہوتا ہے یا نہیں (۲۵) ان کے علاوہ کوئی اور خاص عادت شریفہ آپ لکھ سکیں۔ بہت ہی کرم ہوگا اگر مفصل جواب تحریر فرمائیں گے اور اگر حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے معمولات کا پتہ لگا سکیں تو کیا ہی کہنا کہ حضرت مولانا (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) ہی کی ذات اب ایسی ہے جو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل معمولات کچھ بتا سکتی ہے۔ جناب کو تکلیف تو ضرور ہو گی مگر مشائخ کے معمولات خدام کے لئے اسوہ ہو کر انشاء اللہ بہتوں کو نفع ہوگا۔ دعاء کا متمنی اور مستدعی، فقط والسلام۔ زکریا عفی عنہ۔

الجواب:۔ مخدوم ومکرم ومعظم مدفیوضکم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ شرف صدور لایا چونکہ حضرت اقدس کے بعض بلکہ اکثر معمولات رمضان المبارک پر

میں خود ہی مطلع نہ تھا اس لئے بضرورت جناب کا والا نامہ خدمت اقدس میں پیش کیا تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صرف یہ لکھ دیا جاوے کہ اگر چاہیں وہ براہ راست خود مجھ سے دریافت کر لیں، جواباً اطلاعاً عرض ہے چونکہ اعتکاف میں ہوں اس لئے پنسل سے لکھ رہا ہوں گستاخی معاف ہو۔ والسلام طالب دعا خیر۔ عزیز الحسن عفی عنہ۔

اس خط پر کوئی تاریخ نہیں۔ اگر چہ حضرت تھانوی کے معمولات تلاش کرنے سے مل گئے جو آگے اپنی جگہ پر آرہے ہیں۔ لیکن اس خط کے نقل کرانے پر بعض دوستوں کی خواہش ہوئی اور خود میرا بھی جی چاہا کہ ان سوالات کے جواب میں سیدی وسندی ومرشدی حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہ کے معمولات نقل کراؤں، اگر چہ اجمالی طور پر فضائل رمضان میں اور تذکرۃ الخلیل میں گذر چکے ہیں۔ لیکن ان مسلسل سوالات کے جواب میں مسلسل جواب لکھواؤں، کہ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں ۲۸ھ سے ۴۵ھ تک کے رمضان گذارنے کی نوبت آئی بجز (سوائے) ۴۴ھ کے کہ اس رمضان المبارک میں حضرت قدس سرہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ اور یہ ناکارہ سہارنپور میں تھا۔ (۱) حضرت قدس کے سرہ کے یہاں گھڑی کا اہتمام اور اس کے ملانے کے واسطے مستقل آدمی تو تمام سال رہتا تھا لیکن خاص طور سے رمضان المبارک میں گھڑیوں کے ڈاکخانے اور ٹیلی فون وغیرہ سے ملوانے کا بہت اہتمام رہتا تھا۔ افطار جنتریوں کے موافق ۲۔۳ منٹ کے احتیاط پر ہوتا تھا۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ۔ رائے پور میں چونکہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب بالکل سامنے نظر آتا تھا اس لئے دونوں وقت گھڑیوں کے ملانے کا اہتمام طلوع وغروب سے بہت تھا۔ میرے والد صاحب اور چچا جان نور اللہ مرقدہ کے یہاں جنتریوں پر زیادہ

مدار نہیں تھا نہ گھڑیوں پر بلکہ اذا اقبل اللیل من ھھنا و ادبر النھار من ھھنا۔ الحدیث۔ آسمان پر زیادہ نگاہ رہتی تھی۔ (۲) اوپر گزر چکا ہے کہ جنتری کے اعتبار سے دو تین منٹ کی تاخیر ہوتی تھی۔ (۳) کھجور اور زم زم شریف کا بہت اہتمام ہوتا تھا۔ سال کے دوران میں جو حجاج کرام زم زم اور کھجور کے ہدایا لاتے تھے وہ خاص طور سے رمضان شریف کے لئے رکھ دیا جاتا تھا۔ زم زم شریف تو خاصی مقدار میں رمضان تک محفوظ رہتا لیکن کھجوریں اگر خراب ہونے لگتیں تو وہ رمضان سے پہلے ہی تقسیم کر دی جاتیں۔ البتہ افطار کے وقت آدھی یا پون پیالی دودھ کی چائے کا معمول تھا اور بقیہ اس سیہ کار کو عطیہ ہوتا تھا (۴) حضرت نور اللہ مرقدہ کے زمانے میں تقریباً دس منٹ کا فصل ہوتا تھا تا کہ اپنے گھروں سے افطار کر کے آنے والے اپنے گھر سے افطار کر کے نماز میں شریک ہو سکیں (۵) حضرت کا معمول مدرسہ میں افطار کا رہا۔ چند خدام یا مہمان ۱۵۔۲۰ کے درمیان میں افطار میں ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ میں مدرسہ شرعیہ میں افطار کا معمول تھا۔ (۶) گذر چکا (۷) نمبر ۳ میں گذر چکا۔ (۸) مغرب کے بعد کی نوافل میں کماً (تعداد کے اعتبار سے) کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا۔ کیفاً (کیفیت کے اعتبار سے) ضرور ہوتا تھا کہ معمول سے زیادہ دیر لگتی تھی، عموماً سوا پارہ پڑھنے کا معمول تھا اور ماہ مبارک میں جو پارہ تراویح میں حضرت سناتے وہی مغرب کے بعد پڑھتے (۹) سابقہ میں گذر چکا (۱۰) اوابین کے بعد مکان تشریف لیجا کر کھانا نوش فرماتے تھے۔ تقریباً ۲۰۔۲۵ منٹ اس میں لگتے تھے۔ کماً اس وقت کی غذا میں بہت تقلیل ہوتی تھی۔ ہم لوگوں کے یہاں یعنی کاندھلہ اور گنگوہ میں سحر میں پلاؤ کھانے کا بالکل معمول نہیں تھا بلکہ سخت خلاف تھا کہ اس کو موجب پیاس (پیاس لگنے کا سبب) خیال کرتے

تھے۔ سحر میں پلاؤ سب سے پہلی مرتبہ سہارنپور میں حضرت نور اللہ مرقدہ کے یہاں کھائی۔ اس سیہ کار کا معمول ہمیشہ سے افطار میں کھانے کا کبھی نہیں ہوا اس لئے کہ تراویح میں قرآن شریف سنانے میں دقت ہوتی تھی۔ البتہ جب تک صحت رہی سحر میں اناڑی کی بندوق بھرنے کا دستور رہا۔ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ کی مجلس میں اس کا ذکر آ گیا کہ یہ ناکارہ افطار میں نہیں کھاتا تو حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ افطار میں کس طرح کھایا جائے جو کھاویں وہ بھی ضابطہ ہی پورا کرتے ہیں۔ (۱۱) میرے حضرت قدس سرہ کا اخیر کے دو سالوں کے علاوہ کہ ضعف ونقاہت بہت بڑھ گیا تھا ہمیشہ تراویح میں خود سنانے کا معمول رہا۔ دار الطلبہ بننے سے پہلے مدرسہ قدیم میں تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ دار الطلبہ قدیم بن جانے کے بعد پہلے سال میں تو حضرت کی تعمیل حکم میں میرے والد صاحب نے قرآن پاک سنایا تھا۔ اس کے بعد سے ہمیشہ حضرت قدس سرہ کا وہاں قرآن پاک سنانے کا معمول رہا (۱۲) اکثر ۲۹ کی شب میں ختم قرآن کا معمول تھا۔ چند روز تک شروع میں سوا پارہ اور اس کے بعد سے اخیر تک ایک ایک پارہ کا معمول تھا۔ اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب قصہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلوی قدس سرہ کا معروف ہے کہ اگر رمضان مبارک ۲۹ کا ہوتا تو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا معمول یکم رمضان کو دو پارے پڑھنے کا تھا اور ۳۰ کا ہوتا تو یکم رمضان کو ایک پارہ پڑھا کرتے تھے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نور اللہ مرقدہ یکم رمضان کو اپنی مسجد میں تراویح پڑھانے کے بعد شاہ عبد القادر کی مسجد میں تحقیق کے لئے آدمی بھیجا کرتے کہ بھائی نے آج ایک پارہ پڑھایا دو۔ اگر معلوم ہوتا کہ دو پڑھے تو شاہ صاحب فرمایا کرتے اب کے رمضان ۲۹ کا ہوگا۔ یہ علم غیب نہیں کہلاتا بلکہ علم کشف کہلاتا

ہے۔(۱۳) تراویح کے بعد ۱۵۔۲۰ منٹ حضرت قدس سرہ مدرسہ میں آرام فرماتے تھے، جس میں چند خدام پاؤں بھی دباتے اور قرآن پاک کے سلسلے میں کوئی گفتگو بھی رہتی۔ مثلاً کسی نے غلط لقمہ دے دیا یا تراویح میں اور کوئی بات پیش آئی ہو اس پر تبصرہ تفریح چند منٹ تک ہوتی۔ حضرت قدس سرہ کے پیچھے تراویح پڑھنے کے لئے دور دور سے حفاظ آتے۔ یہ ناکارہ اپنی تراویح پڑھانے کے بعد جو اکثر حکیم اسحٰق صاحب کی مسجد میں اور کبھی اماں جی کے اصرار و ارشاد پر حضرت قدس سرہ کے مکان پر پڑھاتا تھا جلد از جلد فراغت کے بعد حضرت قدس سرہ کے یہاں پہنچ جاتا اس وقت تک حضرت قدس سرہ کے یہاں ۴۔۶ رکعتیں ہوتیں اس لئے کہ حکیم صاحب مرحوم کی مسجد میں نماز سویرے ہوتی تھی۔ اور مدرسہ اور دارالطلبہ میں تاخیر سے اور یہ ناکارہ اپنی نااہلیت سے پڑھتا بھی بہت جلدی تھا۔ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ نے سورہ طلاق شروع کی اور یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن الآیۃ آیت شریفہ شروع کی اور اس نابکار نے جلدی سے لقمہ دیا یا ایھا الذین آمنو اذا طلقتم النساء حضرت حافظ محمد حسین صاحب تو حضرت قدس سرہ کے مستقل سامع تھے، ہر سال اجراڑہ سے سہارنپور رمضان گذارنے تشریف لایا کرتے تھے۔ نیز حضرت مولانا عبداللطیف صاحب اور میرے چچا جان نور اللہ مرقدہما اقتداء میں تھے۔ تینوں ایک دم بولے یا ایھا النبی تراویح کے بعد حسب معمول لیٹنے کے بعد حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا مولوی زکریا! سو رہے تھے؟ میں نے عرض کیا حضرت بالکل نہیں مگر اذا طلقتم النساء فطلقوھن، احصو العدۃ واتقوا اللّٰہ ربکم لا تخرجواھن سارے جمع کے صیغے تھے مجھے یہ خیال ہوا کہ یا ایھا الذین آمنوا ہوگا

یا ایھا النبی مفرد کیوں ہوگا، حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے ارشاد فرمایا قرآن شریف میں بھی قیاس چلاتے ہو، میں نے عرض کیا حضرت یہ تو قیاس نہیں یہ تو قواعد نحویہ کی بات تھی۔ ایک مرتبہ حافظ محمد حسین صاحب نے غلط لقمہ دیدیا میں نے ایک دم صحیح لقمہ دیا، حضرت حافظ صاحب کی زبان سے بے اختیار نکل گیا نماز ہی میں ''ہاں''۔ اور پھر جو میں نے بتایا تھا وہی حافظ صاحب نے بتایا۔ تراویح کے بعد کے وقفہ میں میں نے حضرت سے عرض کیا حضرت نے میرا لقمہ لیا یا حافظ صاحب کا، میرا مطلب یہ تھا کہ حافظ صاحب کی نماز تو ''ہاں'' کہنے سے ٹوٹ گئی۔ اور حضرت نے اگر ان کا لقمہ لیا ہوگا تو میں عرض کروں گا کہ سب کی ٹوٹ گئی۔ حضرت قدس سرہ میری حماقت کو سمجھ گئے، حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ میں باولا تھا جوان کا لقمہ لیتا۔ اس قسم کے تفریحی فقرے یا کسی آیت شریفہ کے متعلق کوئی تفسیری نکتہ ہوتا تو اس پر بھی گفتگو فرماتے رہتے ایک مرتبہ وان تعدوا نعمة اللہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایک نعمت میں ہزاروں نعمتیں شامل ہیں اس لئے تعدوا ارشاد فرمایا گیا (۱۴) تراویح کے بعد چند منٹ قیام کے بعد جیسا کہ اوپر لکھا مکان تشریف لیجا کر ۱۵۔۲۰ منٹ گھر والوں سے کلام فرماتے اور محلے کی کچھ مستورات اس وقت آجاتیں ان سے بھی کچھ ارشاد فرماتے۔ اس کے بعد ڈھائی تین گھنٹے سونے کا معمول تھا۔ (۱۵) تہجد میں عموماً دو پارے پڑھنے کا معمول تھا۔ کبھی کم وبیش حسب گنجائش اوقات، بذل المجہود میں جب نظائر والی حدیث آئی جو مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف ہے تو حضرت قدس سرہ نے اس ناکارہ سے فرمایا تھا کہ اس حدیث کو ایک پرچہ پر نقل کر دینا، آج تہجد اسی ترتیب سے پڑھیں گے۔ یہ فرط محبت اور فرط عشق کی باتیں ہیں۔

ع ''محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی''

سنا ہے کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا معمول وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنے کا تھا کسی نے عرض کیا کہ حضرت اس کا تو آدھا ثواب ہے۔ حضرت نے فرمایا ''ہاں بھئی حضور ﷺ کی اتباع میں جی زیادہ لگے ہے پڑا ثواب زیادہ نہ ہو''۔ میرا خیال یہ ہے کہ ضابطہ میں تو آدھا ہی ثواب ہے مگر یہ جذبہ عشق شاید پورے حصہ سے بھی بڑھ جائے۔ مشہور ہے کہ مجنوں لیلیٰ کے شہر کے کتوں کو پیار کرتا تھا (۱۶) تقریباً صبح صادق سے باختلاف موسم دو یا تین گھنٹے پہلے اٹھنے کا معمول تھا اور صبح صادق سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے سحر کا معمول تھا ۱۵۔۲۰ منٹ میں فراغت ہو جاتی تھی۔ یعنی طلوع فجر سے ۱۵۔۲۰ منٹ پہلے۔ (۱۷) سحر میں دودھ وغیرہ کسی چیز کا اہتمام تو نہیں تھا کبھی ہدایا میں پھینیاں آجاتیں تو بلا اہتمام سب گھر والوں کے لئے بھگو دی جاتیں، ایک آدھ چمچہ حضرت قدس سرہ بھی نوش فرمالیتے۔ البتہ پلاؤ کبھی کبھی سحر میں حضرت کے یہاں پکائی جاتی تھی۔ البتہ افطار میں کبھی نہیں پکا کرتی تھی۔ شاید میں پہلے کہیں لکھوا چکا ہوں۔ حضرت قدس سرہ کے یہاں سے قبل کاندھلہ یا گنگوہ میں سحر میں پلاؤ کھانا جرم تھا، مشہور یہ تھا کہ اس سے پیاس لگتی ہے۔ مگر حضرت قدس سرہ کے یہاں کھانے کے بعد سے جب تک اس ناکارہ کی صحت رہی اور سحور کا اہتمام رہا اس وقت تک تو میرا معمول سحر میں پلاؤ کھانے کا رہا۔ اور اب تو دس بارہ سال سے جب سے مہمانوں کا ہجوم بڑھ گیا ہے افطار میں پلاؤ اور گوشت روٹی کے علاوہ سحر میں میٹھے چاولوں کا بھی ہو گیا، حضرت قدس سرہ کے یہاں سحر میں تازہ روٹی پکتی تھی۔ البتہ سحر میں چائے کا معمول حضرت کے یہاں تھا۔ اس ناکارہ کا اپنے سحر میں کبھی چائے پینا یاد نہیں۔ کیونکہ

رمضان میں نماز فجر کے بعد سونے کا معمول ہے ۳۸ھ یعنی پہلے سفر حج سے رمضان میں رات کو نہ سونے کا معمول شروع ہوا تھا جواب سے ۷۔۸ سال پہلے تک بہت اہتمام سے رہا۔ لیکن اب تو امراض نے سارے ہی معمولات چھڑا دیئے (۱۸) حضرت قدس سرہ کے یہاں رمضان میں اسفار میں نماز پڑھنے کا معمول تھا۔ البتہ غیر رمضان سے دس بارہ منٹ قبل (۱۹) حضرت قدس سرہ کا معمول بارہ مہینے صبح کی نماز کے بعد سے تقریباً اشراق تک۔ سردیوں میں حجرے کے کواڑ بند کر کے اور شدید گرمی میں مدرسہ قدیم کے صحن میں چارپائی پر بیٹھ کر اوراد کا معمول تھا، اس میں مراقبہ بھی ہوتا تھا۔ بارہ مہینے اشراق کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ۳۵ھ سے پہلے بخاری اور ترمذی شریف کے سبق کا وقت تھا لیکن ۳۵ھ کے بعد سے بذل کی تالیف کا وقت ہو گیا تھا جو ہر موسم میں ۱۱۔۱۲ بجے تک رہتا۔ لیکن ماہ مبارک میں اشراق کی نماز پڑھنے کے بعد ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ اس کے بعد گرمی میں ایک بجے تک بذل لکھواتے اور سردی میں بارہ بجے تک۔ اس کے بعد ظہر کی اذان تک قیلولہ کا معمول تھا۔ (۲۰) رمضان میں حضرت قدس سرہ کا معمول ہمیشہ وصال سے دو سال قبل تک خود تراویح پڑھانے کا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد تراویح کے پارے کو ہمیشہ حافظ محمد حسین صاحب اجراڑوی کو سنایا کرتے تھے کہ وہ اسی واسطے رمضان المبارک ہمیشہ یہاں کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ان کی غیبت میں اس سیہ کار کو بھی سننے کی نوبت آئی، البتہ مدینہ پاک میں ظہر کے بعد پارہ سننا اس ناکارہ کے متعلق تھا۔ اور میرے سفر حجاز سے واپسی پر چونکہ بذل بھی ختم ہو گئی تھی اس لئے ظہر کی نماز کے بعد مستقل ایک پارہ اہلیہ محترمہ کو سنانے کا دستور تھا۔ اسی پارے کو جو ظہر کے بعد سنانے کا معمول تھا مغرب کے بعد اوابین میں اور رات کو

تراویح میں پڑھتے تھے (۲۱) ۳۳ھ کے سفر حج سے پہلے عصر کے بعد میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے دور کا معمول تھا جو اسی پارہ کا ہوتا تھا جو تراویح میں سناتے۔ میں نے اپنے والد صاحب قدس سرہ کے علاوہ کسی اور سے دور کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (۲۲) میں نے حضرت قدس سرہ کو دیکھ کر تلاوت کرتے ہوئے کم دیکھا ہے البتہ کبھی کبھی ضرور دیکھا ہے (۲۳) حضرت نور اللہ مرقدہ کو وصال سے دو سال قبل کہ ان دو سال میں امراض کا اضافہ ہو گیا تھا ان سے قبل میں نے کبھی آخری عشرے کا اعتکاف ترک فرماتے نہیں دیکھا اور دار الطلبہ بننے سے قبل مدرسہ قدیم کی مسجد میں کرتے تھے۔ اور دار الطلبہ بننے کے بعد یعنی ۳۵ھ سے دار الطلبہ میں فرماتے تھے۔ اور اس عشرہ میں بھی بذل کی تالیف ملتوی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ مسجد کلثومیہ کی غربی جانب جو حجرہ ہے اس میں ۲۰ تاریخ کو تالیف سے متعلقہ سب کتابیں پہنچ جاتی تھیں جو صبح کی نماز کے بعد یہ ناکارہ اٹھا کر مسجد میں رکھ دیتا اور تالیف کے ختم پر پھر اسی حجرہ میں منتقل کر دی جاتیں۔ عشرہ اخیرہ کے علاوہ میں نے کبھی اعتکاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا (۲۴) میں نے کوئی خاص فرق نہیں دیکھا بجز اس کے کہ اٹھنے میں کچھ تقدیم ہو جاتی۔ اگرچہ میں اجمالی طور پر فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت قدس سرہ اور حضرت حکیم الامۃ کے یہاں رمضان اور غیر رمضان میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا بخلاف حضرت شیخ الہند اور اعلیٰ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہما کے کہ ان دونوں کے یہاں رمضان اور غیر رمضان میں بہت فرق ہوتا تھا جیسا کہ میں فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں (۲۵) اس کے علاوہ کہ اخبار دیکھنے کا جو معمول کسی کسی وقت غیر رمضان میں ہوتا تھا وہ رمضان میں نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ رمضان میں ان دو سالوں کے علاوہ جن میں میرے والد صاحب کے

ساتھ دور ہوا تسبیح ہاتھ میں ہوتی تھی اور زبان پر اوراد آہستہ آہستہ، کوئی خادم بات دریافت کرتا تو اس کا جواب مرحمت فرما دیتے۔ کچھ لوگ دس پندرہ کی مقدار میں جیسے متولی جلیل صاحب، متولی ریاض الاسلام صاحب کاندھلہ سے اور میرٹھ سے رمضان کا کچھ حصہ گذارنے کے لئے حضرت کے پاس آجایا کرتے تھے مگر اعتکاف نہیں کیا کرتے تھے، اس لئے کہ عید سے ایک دن پہلے گھر واپس جانا چاہتے تھے۔

تذکرۃ الخلیل میں ایک جگہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے معمولات یہ لکھے ہیں جب رمضان المبارک کا چاند نظر آتا جو نزول قرآن کا مہینہ ہے اور کثرت کلام اللہ کے لئے مخصوص ہے تب تو آپ کی جدوجہد کی کوئی حد ہی نہ رہتی تھی تراویح میں سوا پارہ سنانے کا معمول تھا۔ ہر رکوع پر رکوع فرماتے اور بیس رکوع روزانہ کے حساب سے ستائیسویں شب کو ختم فرما دیا کرتے۔ مظاہر علوم کی مدرسی کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں آپ کا معمول محراب سنانے کا رہا۔ اور دار الطلبہ بننے کے بعد دو سال دار الطلبہ کی مسجد میں قرآن پاک سنایا دو سال وہاں کی مسجد میں محراب سنائی (از زکریا۔ دار الطلبہ بننے کے بعد پہلے سال کی تراویح تو میرے والد صاحب نے سنائی دوسرے سال سے حضرت قدس سرہ نے پڑھا اور اس دوران میں دار الطلبہ ہی کی مسجد میں حضرت نے اعتکاف فرمایا) سننے والوں کا ہجوم بہت زیادہ ہوتا اور مشتاق دور دور سے رمضان گزارنے آتے۔ بلکہ بعض حفاظ اپنا سنانا بند کر کے اقتداء کرتے۔ آپ متوسط جہر کے ساتھ نہایت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے کہ ایک ایک حرف سمجھ میں آتا تھا۔ چونکہ جوانی میں یاد کیا تھا نیز پڑھنے میں بھی استغراق ہوتا تھا اس لئے اٹکنے کی نوبت بھی آتی۔ مگر غلط پڑھنے کی نوبت نہیں آتی تھی دفعۃً زبان رک جاتی یا متشابہ لگتا تو

بتلانے والے جیسا کہ رواج ہے جلدی سے بولتے اور کبھی غلط بھی بتادیتے تھے جسکو حضرت نہ لیتے اور خود سوچ کر یا دوبارہ صحیح بتانے والے کے صحیح بتانے پر آگے چلتے تھے بایں ہمہ آپ پر کبھی ناگواری کا اثر نہیں ہوتا بلکہ سلام پھیر کر تسلی کے طور پر فرمایا کرتے کہ آخر جب حافظ بھولتا ہے تو سامع کو بھی بھولنا ضرور ہے۔ اگر بھول کر کہیں غلط بتادیا تو تعجب ہی کیا ہے۔ محراب سنانے کا معمول حضرت کا ہمیشہ رہا مگر عمر شریف جب ستر سال کو پہنچ گئی تو محراب سنانے کا تحمل دشوار ہوگیا۔ اور حضرت فرمانے لگے کہ رکوع کرتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ دوسری رکعت میں کھڑا نہ ہوسکوں گا مگر ہمت کر کے کھڑا ہوجاتا ہوں آخر میں ۲۰ رکعت اسی طرح پوری ہوتی ہیں کہ ہر رکعت میں گر جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور سجدہ سے اٹھکر کھڑا ہونا پہاڑ پر چڑھنے سے زیادہ مشکل معلوم ہوتا ہے اس حالت میں بھی آپ دو سال نبھا گئے اور ہمت نہ ہارے۔ آخر میں جب قوت نے جواب ہی دیا تو محراب سنانا چھوٹ گیا۔ مگر اس کے بدلہ دوسرے سے سننے اور خالی اوقات میں خود تلاوت کرنے کا شغل بڑھ گیا۔ ماہ مبارک میں اول اشراق سے لیکر گیارہ بجے تک تلاوت فرماتے (تذکرۃ الخلیل) مولانا میرٹھی نے یہ معمول جو لکھا ہے یہ بذل المجہود کی تالیف سے پہلے کا معمول ہے۔ ظہر کے بعد حضرت قدس سرہ کا معمول پارہ سنانے کا تھا جس کے لئے جناب الحاج حافظ محمد حسین صاحب مرحوم ہر سال اجراڑہ سے آیا کرتے تھے جیسا اوپر بھی لکھوا چکا ہوں، بعد عصر تا افطار مدرسہ قدیم میں تشریف فرما رہتے اور خدام حاضر رہتے اور مجمع ساکت وصامت رہتا البتہ دو سال عصر کے بعد کی اس مجلس میں میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ حضرت قدس سرہ کو دور کرتے بھی دیکھا۔ والد صاحب کے علاوہ میں نے کسی اور سے دور

کرتے نہیں دیکھا۔ اعتکاف کے درمیان میں اخیر عشرہ میں دس دن میں تین پارے یومیہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے تہجد میں قرآن پاک سنایا اپنے والد صاحب کے علاوہ کسی دوسرے کو سناتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔ اسی طرح مغرب کے بعد کے نوافل میں سوا پارہ حضرت قدس سرہ خود تلاوت فرمایا کرتے تھے البتہ ۴۵ھ کے رمضان المبارک میں مغرب کے بعد اس پارہ کو نوافل میں اس سیہ کار نے سنا۔ اقتداء میں اس سیہ کار کے ساتھ حضرت مولانا الحاج شاہ عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہ اور مولانا الحاج سید احمد صاحب برادر بزرگ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہما بھی ہوا کرتے تھے۔ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کی طبیعت اس رمضان المبارک میں بھی ناسازہی رہی جسکی وجہ سے حضرت رائپوری بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ مگر حضرت قدس سرہ اپنی ضعف و پیری کے باوجود کھڑے ہو کر سنایا کرتے تھے۔ حضرت قدس سرہ حضرات میرٹھ حافظ فسیح الدین، حاجی وجیہ الدین، شیخ رشید احمد صاحب مرحومین کے خصوصی تعلق کی بنا پر ان کے بچوں کے حفظ قرآن کے ختم کی تقریب میں بھی تشریف لے جاتے اور یہ حضرات بچوں کا ختم قرآن شریف حضرت کے اعتکاف کی وجہ سے ۲۰ رمضان کی شب میں کراتے اور حضرت قدس سرہ ۱۹ کی صبح کو تشریف لے جاتے اور ۲۰ کی صبح کو واپس تشریف لاتے۔ ان کے ختم میں اس طرح شرکت فرماتے کہ مسجد میں فرض پڑھنے کے بعد اپنے مستقر تشریف لے جاتے اور اپنے امام کے پیچھے تراویح ادا کرتے اور تراویح اور وتر سے فراغ پر مسجد میں ان بچوں کے ختم میں شرکت فرماتے۔ اول تو ختم کے دن ویسے ہی تاخیر بہت ہوتی پھر بھی کبھی آخر کی چار رکعات میں حضرت نور اللہ مرقدہ کے مسجد میں تشریف آوری کا انتظار ہوتا۔ مولانا میرٹھی

لکھتے ہیں اور صحیح لکھا کہ رمضان ۴۵ھ میں بذل ختم ہو جانے کے بعد بذل کا وقت بھی زیادہ تر تلاوت قرآن پاک میں یا وفاء الوفاء کے مطالعہ میں صرف فرماتے ظہر کے بعد زنانہ مکان ہی میں اماں جی مرحومہ کو قرآن پاک سنایا کرتے کہ پردہ کی دقت کی وجہ سے یہ ناکارہ نہیں جا سکتا تھا کہ گرمی شدید تھی اور زنانہ میں قیام کی ایک ہی منزل تھی نیچے کی منزل خدام کی اور کھانے پکانے کی تھی۔ مولانا میرٹھی نے لکھا کہ مولانا سید احمد صاحب اور مولوی زکریا نے یہ دیکھ کر کہ حضرت اس درجہ دماغی محنت کے بعد تلاوت کی اس ضعیفی میں اتنی کثرت سے ہمت فرماتے ہیں کئی بار عرض کیا کہ حضرت دماغ کی رعایت بہت ضروری ہے حضرت دماغ سے بہت کام لیتے ہیں مگر حضرت بیساختہ فرمایا کرتے کہ اب اس سے کام ہی کیا لینا باقی ہے جو رعایت کروں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ضعف کی وجہ سے حافظہ پر اثر پاتا ہوں اس لئے مجھے ڈر ہے کہ کہیں کلام مجید نہ بھول جاؤں اس لئے اس کا اہتمام کرتا ہوں ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ دماغ چاہے جاوے یا رہے مگر کلام مجید نہیں چھوٹتا...... اور اس آخری رمضان کا تو پوچھنا ہی کیا جو عمر شریف کا آخری رمضان تھا کہ غذا بھی سادہ چائے کا ایک فنجان اور بمشکل آدھی چپاتی رہ گئی تھی تلاوت وسماعت کا مجاہدہ بہت ہی بڑھ گیا تھا۔ یعنی اول صبح کو سوا پارہ حفظ سناتے اور پھر ظہر سے عصر تک مسلسل تلاوت کبھی دیکھ کر کبھی حفظ فرماتے بعد مغرب اوابین میں سوا پارہ سناتے (زکریا کو) پھر عشاء کی نماز حرم میں پڑھ کر مولانا سید احمد صاحب کے مدرسہ میں تشریف لاتے اور قاری محمد توفیق صاحب مدرس تجوید کی اقتداء میں تراویح پڑھتے کہ وہ نہایت اطمینان سے دو پارے پڑھتے جن میں عربی پانچ بج جاتے جو یہاں کے سوا بارہ بجنے کا وقت ہے اس کے بعد قریب ۶ بجے عربی کے سو جاتے تھے۔ مولوی زکریا

صاحب کو حکم تھا کہ ۸ بجے مجھے جگا دیا کرو، مولوی صاحب فرماتے تھے کہ تمام رمضان میں صرف ایک یا دو مرتبہ مجھے اس کی نوبت آئی کہ حضرت کی آنکھ اس سے قبل نہ کھلی ورنہ ہمیشہ جب آٹھ بجے پہنچا تو حضرت کو یا وضو کرتے دیکھا یا استنجا کرتے ہوئے چنانچہ حضرت دو پارے اس وقت نفلوں میں سنتے کہ حضرت کو امام نافع کی قراءت کامل سننے کا شوق تھا اس لئے مدرسہ کے دو طالب علم ایک ایک پارہ اس قراءت کا سناتے تھے۔ آخری ستائیسویں رمضان کی شب میں حضرت کو بخار چڑھ آیا اور بدن میں خدر کا اثر ہوا جس کا سلسلہ وصال تک چلا اس سے قبل ۳۸ھ کے سفر حجاز میں چونکہ چاند جہاز ہی میں نظر آ گیا تھا باوجود دوران سر اور غایت تعب کے آپ نے تراویح کا اہتمام فرمایا اور قرآن مجید سننا سنانا شروع کر دیا۔ مولوی محمد زکریا صاحب ساتھ تھے اول آٹھ رکعت میں حضرت نصف پارہ سناتے اور پھر بارہ رکعات میں مولوی زکریا صاحب پون پارہ سنایا کرتے تھے۔ ۱۰ رمضان المبارک کو مکہ پہنچ گئے تو حضرت نے تراویح ایک قاری صاحب کی اقتداء میں پڑھی اور اپنا کلام مجید نوافل میں ختم فرمایا اس سفر میں جہاز سے جدہ اترنا عین مغرب کے وقت ہوا اور تکان کا یہ عالم تھا کہ تراویح کا تو کیا ذکر فرض نماز کا بھی کھڑے ہو کر پڑھنا مشکل تھا مگر حضرت نے اس شب میں کچھ تراویح کھڑے ہو کر اور کچھ بیٹھ کر پڑھیں، اللہ رے ہمت آپ کے کمالات حسیہ کا نقشہ اتارنا ممکن مگر اس خداداد نعمت کو کن لفظوں میں ادا کروں جس کے کارناموں نے عقل کو حیران اور زبان کو گنگ بنا دیا (تذکرۃ الخلیل)۔

آپ بیتی نمبر ۴ میں یہ لکھا جا چکا کہ جہاز میں حضرت قدس سرہ کو دوران سر کا اتنا شدید اثر ہوتا تھا کہ تکیہ سے سر اٹھانا مشکل اور یہی صورت بعینہ اس ناکارہ کو بھی اپنے بچپن کے باوجود

تھی اور مزید براں یہ کہ استفراغ اور قے بھی خوب ہوتا تھا جہاز کی بدبو بالخصوص جب جہاز میں پٹرول ڈالا جاتا تھا اور سارا جہاز اس سے سڑ جاتا تھا تو اس ناکارہ کو چکر کے ساتھ ساتھ استفراغ بھی خوب ہوتا تھا۔ ۲۹ شعبان کو حضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیوں بھائی تراویح کا کیا ہوگا۔ میں نے کہا کہ دوران سر سے تو نمٹا جا سکتا ہے مگر امتلاء کا درمیان تراویح میں کیا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی تو کوئی بات نہیں قے ہوگی وضو کر لینا۔ باوجود دوران سر اور ضعف و پیری کے اور زیادتی جہاز چونکہ چھوٹا تھا خوب حرکت کرتا تھا اس کے باوجود ساری تراویح حضرت نے کھڑے ہو کر پڑھی جدہ پہنچنے کے بعد جیسا کہ مولانا میرٹھی نے لکھا ایسا چکنا چور ہو رہے تھے کہ کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ حاجی مقبول احمد صاحب نے اللہ ان کی مغفرت فرمائے نہایت غصے میں مجھ سے فرمایا کہ عقیدت میں بڑے میاں کو لے کر کھڑے نہ ہو جانا کچھ ان کے ضعف کا بھی خیال کر لینا۔ چونکہ اس کا ڈر تھا کہ نہ معلوم سفر میں حاجی جی کہاں میرا پتہ کاٹ دیں، حضرت کی کھانے میں معیت ان کی ہی رہین منت تھی۔ ان کا حکم تھا کہ میں حضرت سے درخواست کروں کہ تراویح کی تو آج ہمت نہیں۔ یہ تو مجھ سے نہ ہو سکا لیکن جب حضرت قدس سرہ نے فرمایا کیوں بھائی مولوی زکریا کیا حال ہے میں نے حاجی صاحب کے ڈر کے مارے یوں عرض کر دیا کہ حضرت تکان بہت ہے۔ لیکن میری ندامت اور قلق کی انتہاء نہ رہی کہ جب میں نے دیکھا کہ حضرت قدس سرہ نے پوری تراویح خوب اطمینان سے پڑھی میں بار بار حضرت کو دیکھتا رہا اور اپنے اوپر افسوس کرتا رہا کہ کیوں جواب دیا اور کئی بار خیال آیا کہ حضرت سے عرض کر دوں کہ حاجی صاحب کے حکم سے میں نے معذرت کی تھی مگر مرحوم کے ڈر کے مارے اس کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ مجھے

خوب یاد ہے کہ نماز کے درمیان دو تین مرتبہ حضرت کے قریب گیا بھی اور یوں عرض کرنے کو جی چاہا کہ حضرت کے ضعف کی وجہ سے عذر کیا تھا، مگر حاجی صاحب کا خوف غالب رہا کہ مجھ پر ناراض ہو نگے مگر ندامت اور قلق اب تک بھی ہے۔

نیز آپ بیتی نمبر ۶ لکھتے وقت جب مجاہدات کے ذیل میں اعلیٰ حضرت قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ کے معمولات رمضان لکھوائے گئے تو خیال ہوا کہ مضمون بالا کی مناسبت سے یہاں بھی نقل کرا دیا جائے۔ آپ بیتی نمبر ۶ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مجاہدات میں یہ لکھا گیا ہے کہ ریاضت ومجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا اور ترس کھایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس پیرانہ سالی میں جبکہ آپ ستر سال کی عمر سے متجاوز ہو گئے تھے، کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر کا روزہ اور بعد مغرب چھ کی جگہ بیس رکعت صلوٰۃ الاوابین پڑھا کرتے تھے۔ جس میں تخمیناً دو پارے قرآن مجید سے کم تلاوت نہ ہوتی تھی، پھر اس کے ساتھ رکوع سجدہ اتنا طویل کہ دیکھنے والوں کو سہو کا گمان ہو۔ نماز سے فارغ ہو کر مکان تک جانے اور کھانا کھانے کے لئے مکان پر ٹھہرنے کی مدت میں کئی پارے کلام مجید ختم کرتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد نماز عشاء اور صلوٰۃ التراویح جس میں گھنٹے سوا گھنٹے سے کم خرچ نہ ہوتا تھا تراویح سے فارغ ہو کر ساڑھے دس گیارہ بجے آرام فرماتے اور دو ڈھائی بجے ضرور ہی اٹھ کھڑے ہوتے تھے بلکہ بعض دفعہ خدام نے ایک ہی بجے آپ کو وضو کرتے پایا اس وقت اٹھ کر ڈھائی تین گھنٹے تک تہجد میں مشغولیت رہتی تھی بعض مرتبہ سحر کھانے کے لئے کسی خادم کو پانچ بجے جانیکا اتفاق ہوا تو آپ کو نماز ہی میں مشغول پایا۔ صلوٰۃ فجر کے بعد آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک وظائف اور اوراد اور مراقبہ وملاحظہ میں مصروفیت رہتی، پھر

اشراق پڑھتے۔ اور چند ساعت استراحت فرماتے۔ اتنے ڈاک آجاتی تو خطوط کے جوابات اور فتاویٰ لکھواتے اور چاشت کی نماز سے فارغ ہوکر قیلولہ فرماتے تھے، ظہر کے بعد حجرہ شریفہ بند ہو جاتا اور تا عصر کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے باوجود یہ کہ اس رمضان میں جس کا مجاہدہ لکھا گیا ہے پیرانہ سالی و نقاہت کیساتھ وجع الورک کی تکلیف شدید کا یہ عالم تھا کہ استنجا گاہ سے حجرہ تک تشریف لانے میں حالانکہ پندرہ سولہ قدم کا فاصلہ ہے مگر راہ میں بیٹھنے کی نوبت آتی تھی۔ اس حالت پر فرائض تو فرائض نوافل بھی کبھی بیٹھ کر نہیں پڑھے اور ان میں گھنٹوں کھڑا رہنا۔ بارہا خدام نے عرض کیا کہ آج تراویح بیٹھ کر ادا فرمادیں تو مناسب ہے، مگر جب آپ کا جواب تھا یہی تھا ''نہیں جی یہ کم ہمتی کی بات ہے'' اللہ رے ہمت آخر ''افلا اکون عبداً شکوراً'' کے قائل کی نیابت کوئی سہل نہ تھی جو اس ہمت کے بغیر حاصل ہو جاتی۔ یوں تو ماہ رمضان المبارک میں آپ کی ہر عبادت میں بڑھوتری ہو جاتی تھی۔ مگر تلاوت کلام اللہ کا شغل خصوصیت کے ساتھ اس درجہ بڑھتا تھا کہ مکان تک آنے جانے میں کوئی بات نہ فرماتے تھے۔ نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تخمیناً نصف ختم قرآن مجید آپ کا یومیہ معمول قرار پایا تھا جس شب کی صبح کو پہلا روزہ ہوتا آپ حضار جلسہ سے فرمادیا کرتے تھے کہ آج سے کچہری برخواست۔ رمضان کو بھی آدمی ضائع کرے تو افسوس کی بات ہے۔ اس مجاہدہ پر غذا کی یہ حالت تھی کہ کامل رمضان بھر کی خوراک پانچ سیر اناج تک پہنچنی دشوار تھی، تذکرۃ الرشید میں دوسری جگہ ماہ مبارک کے معمولات میں حکیم اسحٰق صاحب نہٹوری خلیفہ حضرت امام ربانی کی ایک تحریر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں رمضان شریف میں صبح کو خلوت خانہ سے دیر میں برآمد ہوتے۔ موسم سرما میں اکثر دس بجے

تشریف لاتے۔ نوافل اور قراءت قرآن وسکوت ومراقبہ میں بہ نسبت دیگر ایام بہت زیادتی ہوتی، سونا اور استراحت نہایت قلیل، کلام بہت کم کرتے بعد نماز مغرب ذرا دیر خلوت نشینی کا ذائقہ لے کر کھانا تناول فرماتے تراویح کی بیس رکعت اوائل میں خود پڑھاتے تھے اور آخر میں صاحبزادہ مولوی حافظ حکیم محمد مسعود احمد صاحب کے پیچھے پڑھتے۔ بعد وتر دو رکعت طویل کھڑے ہو کر کبھی بیٹھ کر پڑھتے دیر تک متوجہ بقبلہ بیٹھ کر پڑھتے رہتے۔ پھر ایک سجدہ تلاوت کر کے کھڑے ہو جاتے تھے۔ بندہ نے بعض الفاظ سن کر اندازہ کیا ہے کہ اس درمیان میں سورہ تبارک الذی اور سورہ سجدہ اور سورہ دخان پڑھتے تھے۔ اکثر تمام عشرۂ ذی الحجہ اور عاشورا اور نصف شعبان کا روزہ رکھتے۔

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے یہ واقعہ بہت دفعہ سنایا کہ حضرت قدس سرہ کی حیات کے آخری رمضان میں قرآن پاک میں نے سنایا کہ حکیم مسعود صاحبؒ نے کسی مجبوری کی وجہ سے قرآن پاک سنانے سے عذر فرما دیا تھا والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ماہ مبارک سے کئی دن پہلے یہ فرمانا شروع کیا کہ اب کے تو مسعود احمد معذور ہے ہمیں تراویح کون پڑھاوے گا۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں بار بار اس لفظ کو سنتا مگر ادباً یہ کہنے کی ہمت نہ پڑتی کہ میں پڑھا دوں گا۔ ماہ مبارک سے دو دن قبل حضرت نے ارشاد فرمایا مولوی یحیٰی تم بھی تو حافظ ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت حافظ تو ضرور ہوں مگر میں تو فارسی میں قرآن پڑھتا ہوں اور حضرت والا حکیم صاحب کے قرآن سننے کے عادی ہیں جو جید قاری ہیں، حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ نہیں تمہارا قرآن تو میں نے سنا ہے بس اب کے تو تم ہی تراویح پڑھا دیجیو والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ

پہلے دن تو مجھ پر بہت بوجھ پڑا اور سوا پارہ قرآن پاک کا دن میں دیکھ کر پڑھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کرنے کے بعد چھ مہینے تک ایک قرآن روز دیکھ کر پڑھا کرتا تھا۔ لیکن اس کے بعد سے کبھی دیکھ کر پڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی یوں فرمایا کرتے تھے پہلے دن سوا پارہ تو دن میں دیکھ کر پڑھا تھا پھر دوسرے دن سے خوف نکل گیا۔ پھر سارے رمضان دیکھ کر پڑھنے کی نوبت نہ آئی۔ فقط۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہاں قرآن پاک حفظ پڑھنے کا تو اس قدر زور تھا کہ شاید کہیں لکھوا چکا ہوں کہ وہ اپنے تجارتی کتب خانہ کے پیکٹ وغیرہ اپنے ہاتھ سے بنایا کرتے تھے۔ خود ہی پتے لکھا کرتے تھے اور اس وقت بالجہر قرآن پاک پڑھا کرتے تھے نہ اس میں کوئی متشابہ لگتا تھا، مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الخلیل میں ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری درخواست پر رمضان میں قرآن شریف سنانے کے لئے میرٹھ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن ختم فرمالیتے اور افطار کا وقت ہوتا تو ان کی زبان پر قل اعوذ برب الناس ہوتی تھی۔ ریل سے اترے تو عشاء کا وقت ہو گیا تھا۔ ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی اس لئے مسجد میں قدم رکھتے ہی مصلے پر آگئے اور تین گھنٹے میں دس پارے ایسے صاف اور رواں پڑھے کہ نہ کہیں لکنت تھی نہ متشابہ گویا قرآن شریف سامنے کھلا ہوا ہے اور باطمینان پڑھ رہے ہیں تیسرے دن ختم فرما کر روانہ ہو گئے کہ دور کی ضرورت تھی نہ سامع کی۔ میرٹھ کے اس سفر کے متعلق والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میرٹھ کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ جب لوگوں میں یہ تذکرہ ہوا کہ ایک شخص سہارنپور سے تین دن میں قرآن شریف سنانے کے لئے آرہا ہے تو تیس چالیس حافظ محض امتحان کے لئے میرے پیچھے

تراویح پڑھنے آئے تھے۔ والد صاحب کو رمضان المبارک میں میری طرح سے بخار نہیں آتا تھا۔ دوستوں کے اصرار پر ایک دو دن کے لئے ان کے یہاں جا کر دو شب یا زیادہ سے زیادہ تین شب میں تراویح میں ایک قرآن پڑھ کر واپس آجاتے تھے۔ مساجد میں عموماً تین شب میں ہوتا تھا۔ غیر مساجد میں ایک یا دو شب میں بھی ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم رئیس بہٹ کے اصرار پر دو شب میں ان کے مردانہ مکان میں قرآن پاک سنا کر آئے تھے۔۔ مسجد نواب والی قصاب پورہ دہلی میں بھی ایک دفعہ قرآن سنانا مجھے یاد ہے عزیز مولوی نصیر الدین سلمہ حکیم اسحٰق صاحب مرحوم کی مسجد میں ایک مرتبہ قرآن پاک سنا رہے تھے۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کسی سفر سے واپس تشریف لائے حکیم اسحٰق صاحب کی بیٹھک میں استراحت فرمانے تشریف لے گئے نصیر الدین کا چودھواں پارہ تھا سامع بار بار لقمے دے رہا تھا وہ باوضو تھے مسجد میں تشریف لے گئے نصیر الدین کو سلام پھیرنے کے بعد مصلے پر سے ہٹا کر سولہ رکعات میں سولہ پارے ختم کر دیئے مصلیوں کو گرانی تو ضرور ہوئی مگر لوگوں کو جلد قرآن پاک ختم ہونے کی خوشی مشقت پر غالب ہوا کرتی ہے۔ بارہویں رات میں قرآن ختم کر کے سب تکان بھول گئے۔ بعض اعزہ کے اصرار پر کاندھلہ میں بھی اُمی بی (میرے والد صاحب کی نانی اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کی صاحبزادی امۃ الرحمٰن جن کا عرف امی بی پڑ گیا تھا) کے مکان پر اخیر زمانہ میں ایک دفعہ قرآن شریف سنانے کا حال تو مجھے بھی معلوم ہے اور اپنی جوانی کا وہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ ساری رات نوافل میں قرآن سنانے میں گذرتی تھی۔ اور چونکہ ہمارے یہاں نوافل میں چار سے زیادہ مقتدیوں کی اجازت نہیں ہوتی تھی اس لئے مستورات تو بدلتی رہتی تھیں اور میرے والد

صاحب مسلسل پڑھتے رہتے تھے۔ میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ نے بھی کبھی رمضان المبارک امی بی کی وجہ سے کاندھلہ گذارا۔ تراویح تقریباً ساری رات میں پوری ہوتی تھی۔ مسجد سے فرض پڑھنے کے بعد مکان تشریف لے جاتے تھے اور سحر تک تراویح میں چودہ پندرہ پارے پڑھتے تھے۔ مولانا رؤف الحسن صاحبؒ میرے والد صاحب کے حقیقی ماموں اور میری سابقہ اہلیہ مرحومہ کے والدان کا مفصل قصہ تو آپ بیتی نمبر ۶ کے تقوی کے مضمون میں آئے گا اس کا یہ جزء یہاں کے مناسب ہے کہ ۳۰ رمضان المبارک کو الٓم سے قل اعوذ برب الفلق تک ایک رکعت میں اور دوسری میں قل اعوذ برب الناس پڑھ کر سحر کے وقت اپنی والدہ یعنی امی بی سے یہ کہہ کر کہ دو رکعت میں نے پڑھا دیں اٹھارہ آپ پڑھ لیں اور ان کی والدہ اُمی بی نے سارا قرآن کھڑے ہو کر سنا، بات پر بات نکلتی جاتی ہے مگر یہ واقعات بھی اکابر کے ماہ مبارک کے معمولات میں داخل ہیں اس لئے زیادہ بے محل نہیں۔

حضرت اقدس نانوتوی قدس سرہ کے ماہ مبارک کے تفصیلی حالات تو مجھے نہیں ملے اور اب کوئی ایسا ہے بھی نہیں جس سے تحقیقات کی جاسکے۔ البتہ یہ مشہور ہے کہ حضرت نے ۱۲۷۷ھ کے سفر حجاز میں ماہ مبارک میں قرآن پاک حفظ کیا تھا روزانہ ایک پارہ یاد کر کے تراویح میں سنایا کرتے تھے۔ مگر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی نے سوانح قاسمی میں تحریر فرمایا کہ جمادی الثانیہ ۱۲۷۷ھ میں حج کے لئے روانہ ہوئے آخر ذی قعدہ میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ بعد حج مدینہ شریف پہنچے اور ماہ صفر میں مدینہ پاک سے مراجعت فرمائی ربیع الاول کے اخیر میں بمبئی پہنچے اور جمادی الثانیہ تک وطن پہنچے، جاتے ہوئے کراچی سے جہاز بادبانی میں سوار ہوئے تھے رمضان کا چاند دیکھ کر مولوی صاحب نے قرآن شریف یاد کیا تھا اور وہاں سنایا۔ بعد عید مکان پہنچ کر حلواء مسقط خرید فرما کر شیرینی ختم دوستوں کو تقسیم

فرمائی، مولوی صاحب کا اس سے پہلے قرآن یاد کرنا کسی کو ظاہر نہ ہوا تھا بعد ختم مولوی صاحب فرماتے تھے کہ فقط دو سال رمضان میں میں نے یاد کیا اور جب یاد کیا پاؤ سپارہ کی قدر یا کچھ اس سے زائد یاد کر لیا پھر تو بہت کثرت سے پڑھتے۔ ایک بار یاد ہے کہ ستائیس پارے ایک رکعت میں پڑھے اگر کوئی اقتداء کرتا رکعت کر کے یعنی سلام پھیر کر اسکو منع فرمادیتے اور تمام شب تنہا پڑھتے رہتے (سوانح قاسمی) مشہور قول میں ایک سال اور حضرت کے ارشاد میں دو سال اور پاؤ پاؤ پارہ یاد کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رمضان میں کچھ حصہ پاؤ پاؤ پارہ یاد کیا۔ اور دوسرے رمضان میں جو سفر حج میں تھا ایک ایک پارہ پڑھ کر اس کی تکمیل فرمائی۔

سید الطائفہ حضرت الحاج امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے رمضان کے

معمولات حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ نے امداد المشتاق میں نقل کئے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں یہ فقیر عالم شباب میں اکثر راتوں کو نہیں سویا خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب دو لڑکے نابالغ حافظ یوسف ولد حافظ ضامن صاحب و حافظ احمد حسین میرا بھتیجا سوا سوا پارہ عشاء تک سناتے تھے۔ بعد عشاء دو حافظ اور سناتے تھے۔ ان کے بعد ایک حافظ نصف شب تک اس کے بعد تہجد کی نماز میں دو حافظ۔ غرض کہ تمام رات اسی میں گذر جاتی تھی۔ (امداد المشتاق)

اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کے رمضان المبارک کے

معمولات تذکرۃ الخلیل میں یہ لکھے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم قرآن پاک سے شغف تھا (دون[1] کے دیہات میں بیسیوں مکاتب قرآن پاک کے جاری کرائے) اسی طرح خود

---

[1] دہرہ دون کے قرب وجوار کے دیہات دون کہلاتے ہیں ۱۲ ز

تلاوت کلام اللہ سے عشق تھا، آپ حافظ قرآن تھے، اور شب کا قریب قریب سارا وقت تلاوت میں صرف ہوتا تھا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں شاید آپ گھنٹہ بھر سے زیادہ نہ سوتے ہوں اور اسی لئے آپ کو لوگوں سے وحشت ہوتی تھی کہ معمول تلاوت میں حرج ہوتا تھا عصر و مغرب کے درمیان کا وقت عام دربار اور سب کی ملاقات کے لئے مخصوص تھا (از زکریا صبح کے وقت میں بھی نو دس بجے کے قریب ایک گھنٹہ مہمانوں کی عمومی ملاقات کا وقت تھا) اور اس کے علاوہ بغیر کسی خاص ضرورت کے آپ کسی سے نہ ملتے اور حجرہ شریف کا دروازہ بند فرما کر خلوت کے مزے لوٹتے۔ اور اپنے مولائے کریم سے راز و نیاز میں مشغول رہا کرتے تھے خوراک آپ کی بہت ہی کم تھی اور ماہ رمضان میں تو مجاہدہ اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو ترس آتا تھا (ماہ مبارک میں صبح اور عصر کے بعد کی مجلس بھی موقوف ہو جاتی تھی۔ زکریا) افطار و سحر دونوں کا کھانا بمشکل دو پیالی چائے اور آدھی یا ایک چپاتی ہوتا تھا۔ شروع میں آپ قرآن مجید تراویح میں خود سناتے اور دو بجے ڈھائی بجے فارغ ہوتے تھے (ہکذا فی الاصل) مگر آخر میں دماغ کا ضعف زیادہ بڑھ گیا تو سامع بنتے اور اپنی تلاوت کے علاوہ تین چار ختم سن لیا کرتے تھے ماہ مبارک میں چونکہ تمام رات اور تمام دن آپ کا مشغلہ تلاوت کلام اللہ رہتا تھا اس لئے تمام مہمانوں کی آمد آپ روک دیا کرتے تھے (از زکریا مہمانوں کا ہجوم تو رمضان میں اعلیٰ حضرت رائپوری کے یہاں بہت بڑھ جاتا تھا البتہ ملاقات بالکل بند تھی۔ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نمازوں کے لئے مسجد آتے جاتے تو وہ لوگ دور سے زیارت کیا کرتے تھے) اور مکاتبت بھی پورے مہینے بند رہتی تھی کہ کوئی خط کسی کا بھی (الا ماشاء اللہ) عید سے قبل دیکھا یا سنا نہ جاتا تھا۔ اللہ جل جلالہ کا ذکر جس پیرایہ

پر بھی ہو آپ کی اصل غذا تھی۔ اور اسی سے آپ کو وہ قوت پہنچتی تھی جس کے سامنے دواء المسک اور جواہر مہرہ ہیچ تھا۔ (تذکرۃ الخلیل)

یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ کے یہاں رمضان میں ہجوم تو بہت رہتا تھا مگر حقیقی طالبین کا رہتا تھا جن کے لئے ماہ مبارک میں کوئی ملاقات کا وقت نہیں تھا صرف نماز کو آتے جاتے دور سے عشاق زیارت کیا کرتے تھے لیکن جن لوگوں کے آنے پر حضرت نور اللہ مرقدہ کے قلب اطہر کو متوجہ ہونا پڑے ان کا آنا بڑا گراں تھا۔ آپ بیتی نمبر ۴ باب تحدیث بالنعمہ میں لکھوا چکا ہوں کہ اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے زمانہ حیات کے آخری رمضان میں میں نے اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہ کی خدمت میں رمضان ۳۴ھ گذارنے کی خواہش ظاہر کی تھی تو اعلیٰ حضرتؒ نے ازراہ شفقت تحریر فرمایا کہ رمضان کہیں آنے جانے کا نہیں ہوتا اور نہ ملنے کا۔ اپنی جگہ یکسوئی سے کام کرتے رہو۔ اس کے بعد اس ناکارہ نے صرف اخیر عشرہ میں حاضری کی اجازت چاہی جس کا جواب میرے کاغذات میں مل گیا جو آپ بیتی نمبر ۴ میں لکھوا چکا ہوں کہ جو سبب شروع ماہ مبارک میں عدم قیام کا ہے وہ آخر ماہ میں بھی موجود ہے۔ باقی تم اور تمہارے ابا جان زبردست ہیں ہم غریبوں کی کیا چل سکے۔ یہ تمہاری زبردستی ہے کہ جو اس وقت ماہِ مبارک میں جواب لکھوا رہا ہوں، باقی جو ذکر و شغل حضرت مولانا سلمہ نے تلقین فرمایا ہے وہی کرنا چاہئے۔ یہ خط تو وہاں گذر چکا۔ مگر میرے والد صاحبؒ نے فرمایا کہ تیری وجہ سے حضرت کی یکسوئی میں فرق پڑے گا اور حضرت کو تیرے کھانے پینے کا فکر رہے گا اس لئے حضرت کا حرج نہ کر۔ اس واقعہ کو تفصیل سے وہاں لکھوا چکا ہوں۔

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے رمضان کے معمولات کے متعلق فضائل

رمضان میں بھی دو چار حرف آچکے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ سفر نامہ اسیر مالٹا میں تحریر فرماتے ہیں چونکہ رمضان کا مہینہ طائف میں نہایت بدامنی کی حالت میں واقع ہوا تھا۔ اس لئے نہ تو دن میں حسب خواہش لوگوں کو خوراک کا انتظام کرنا ممکن ہوتا تھا نہ مساجد میں تراویح وغیرہ کا انتظام حسب ضرورت ہورہا تھا۔ مسجد ابن عباسؓ وہاں کی بڑی مسجد ہے اسمیں بھی تراویح الم ترکیف سے ہوتی تھی۔ اور اس میں بھی بہت کم آدمی آتے تھے باقی لوگ محلہ کی مسجدوں اور اپنے مکانوں میں پڑھتے تھے کیونکہ گولیاں ہر وقت اوپر سے گزرتی رہتی تھیں۔ مولانا نے بھی اولاً مسجد ابن عباس رضی اللہ عنہما میں حسب عادت سابقہ تراویح پڑھنی شروع کی۔ مگر چونکہ راستہ وہاں کا ایسا تھا جہاں پر گولیاں برابر آتی رہتی تھیں۔ اس لئے اس مسجد میں جاتے وقت خطرہ ضرور رہتا تھا اور پھر ایک شب میں یہ واقعہ پیش آیا کہ نماز مغرب پڑھ کر ابھی فارغ ہوئے ہی تھے ابھی تک نفل وغیرہ پڑھ ہی رہے تھے اندھیرا ہو چکا تھا کہ بدوؤں نے ہجوم کیا مسجد ابن عباس کی چھت اور میناروں پر بھی ایک بڑا دستہ ترکی فوجیوں کا تھا اور مسجد کے دروازے پر بھی مورچہ تھا غرض کہ طرفین میں خوب تیز گولی اور گولوں کی بارش دیر تک ہوتی رہی خود مسجد میں بھی برابر گولیاں برستی رہیں جو لوگ مسجد میں باقی تھے وہ ایک کونے میں جدھر گولیوں کے آنے کا گمان نہ تھا بیٹھ گئے اس روز تراویح بھی نہیں ہوئی فقط چند آدمیوں نے بوقت نماز عشاء فرض عشاء ایک طرف پڑھ کر جب کچھ سکون ہوا چلے گئے۔ اس کے بعد احباب نے اصرار کیا کہ آپ مسجد ابن عباسؓ میں نماز کے لئے نہ جایا کریں دروازہ مکان کے قریب جو مسجد ہے اس میں ہمیشہ نماز

باجماعت پڑھا کریں، چنانچہ تمام رمضان اوقات خمسہ کی نماز وہاں پڑھتے تھے۔ اس سال تراویح فقط الم ترکیف سے پڑھی گئی اس کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نوافل میں سحر کے وقت تک مسجد میں مشغول رہتے تھے۔ مولوی عزیز گل صاحب اور کاتب الحروف (حضرت شیخ الاسلامؒ) اسی مسجد میں علیحدہ علیحدہ نفلوں وغیرہ میں وقت گذارتے۔ چونکہ گرمیوں کی رات تھی جلد تر سحور کا وقت ہو جاتا تھا۔ پھر آکر کچھ سحری پکاتے جو اکثر میٹھے چاول ہوتے تھے۔ مگر چونکہ شکر وہاں ملتی نہ تھی اس لئے شہد کو بجائے شکر چاول اور چائے میں استعمال کرتے تھے۔ اور اکثر تو نمکین چاول بغیر گوشت پکایا جاتا تھا۔ اس وقت طائف میں چاول وغیرہ بھی دستیاب ہونا مشکل ہوتا تھا۔ ایک آنہ والی روٹی آٹھ آنے کو بمشکل ملتی تھی۔ مگر دہلی کے تاجروں میں سے حاجی ہارون مرحوم نے تھوڑے چاول مولانا مرحوم کے لئے ہدیۃً بلا طلب بھیج دیئے تھے جو کہ عمدہ قسم کے تھے انہوں نے بہت کام دیا۔ اس مدت میں جو کہ تقریباً دو ماہ تھی ہم نے دس بارہ اشرفی طائف میں بوجہ سخت گرانی کھا ڈالیں۔ (اسیر مالٹا)

حضرت مولانا الحاج سید اصغر حسین میاں صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سوانح شیخ الہند میں تحریر فرماتے ہیں رمضان المبارک میں مولانا کی خاص حالت ہوتی تھی اور دن رات عبادت خداوندی کے سوا کوئی کام ہی نہ ہوتا دن کو لیٹتے اور آرام فرماتے لیکن رات کا اکثر حصہ بلکہ تمام رات قرآن مجید سننے میں گذار دیتے (از زکریا حضرت شیخ الہند قدس سرہ خود حافظ نہیں تھے) کئی کئی حافظوں کو سنانے پر مقرر رکھتے۔ اگر وہ باہر کے رہنے والے خادم و شاگرد ہوتے تو ان کے قیام وطعام کا اہتمام فرماتے اور تمام مصارف برداشت فرماتے کبھی اپنے مرشد زادہ مولانا حافظ محمد احمد صاحب (مہتمم دار العلوم) سے اصرار کر کے کئی کئی قرآن

مجید سنتے۔ کبھی اپنے بے تکلف پیر بھائی حافظ انوار الحق مرحوم سے کبھی اپنے چھوٹے بھائی مولوی محمد محسن صاحب کو مقرر فرماتے۔ اور کبھی اپنے عزیز بھانجے مولوی محمد حنیف صاحب کو اور اخیر زمانہ میں اکثر مولوی حافظ کفایت اللہ صاحب اس خدمت سے سرفراز ہوتے تھے۔ تراویح سے فارغ ہوکر بہت دیر تک حاضرین کو مضامین علمیہ اور حکایات اکابر سے محظوظ فرماتے اور پھر اگر موقع ملتا تو چند منٹ کے لئے لیٹ جاتے۔ اس کے بعد نوافل شروع ہوتیں ایک حافظ دو چار پارے سنا کر فارغ ہو کر آرام کرتا مگر حضرت اسی طرح مستعد رہتے۔ اور دوسرا حافظ شروع کر دیتا۔ اسی طرح متعدد حفاظ باری باری کئی کئی پارے سناتے۔ قاری بدلتے رہتے تھے مگر مولانا کبھی دو تین بجے تک اور کبھی بالکل سحر کے وقت تک اسی طرح کھڑے سنتے رہتے بعض رمضان میں فرائض مسجد میں پڑھ کر مکان میں باجماعت خدام و حاضرین تراویح پڑھتے اور اسی طرح چار چار اور چھ چھ بلکہ کبھی دس دس پارے تراویح میں پڑھے جاتے تراویح ختم ہو جاتی تو کوئی حافظ نوافل میں شروع کر دیتا تمام رات یہی لطف رہتا تھا۔ اور اس قدر طویل قیام کے بعد جب پاؤں ورم کر جاتے تو خدام و مخلصین کو رنج ہوتا اور حضرت دل میں خوش ہوتے کہ حتی تورمت قدماہ میں سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع نصیب ہوا۔ ایک مرتبہ تقلیل طعام اور قلت منام اور پھر طول قیام سے رمضان المبارک میں نہایت ضعیف ہو گئے۔ پاؤں کا ورم بہت زیادہ ہو گیا مگر قلبی شوق چین نہ لینے دیتا تھا کثیر مقدار میں قرآن مجید سننے کے لئے مستعد تھے۔ آخر لاچار ہو کر مکان میں سے عورتوں نے مولوی حافظ کفایت اللہ صاحب کو کہلا بھیجا کہ آج کسی بہانے سے قلیل مقدار پر بس کر دینا۔ مولوی صاحب نے تھوڑا سا پڑھ

دریافت کیا مگر تا دم تحریر تو مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ معمولات اشرفیہ میں یہ مضمون لکھا ہے کہ رمضان میں حضرت والا اکثر خود قرآن شریف سناتے ہیں اور بلا مانع قرآن سنانا کبھی نہیں چھوڑتے نصف قرآن تک سوا پارہ پھر ایک پارہ روز پڑھتے ہیں ستائیسویں شب کو اکثر ختم کرتے ہیں۔ جو خوبیاں حضرت والا کے پڑھنے میں ہیں وہ سننے ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ترتیل وہی رہتی ہے جو عام طور سے نماز پڑھانے میں ہوتی ہے۔ اگر کبھی جلدی بھی پڑھانا ہوتا ہے تو حرفوں کا تناسب وہی قائم رہتا ہے جو آہستہ پڑھنے میں ہوتا ہے اوقاف ولہجہ کی رعایت جیسی حضرت والا کے پڑھنے میں ہوتی ہے کہیں کم پائی جاسکتی ہے۔ یاد اتنا اچھا ہے کہ متشابہ شاذ و نادر ہی لگتا ہے۔ قرآن شریف سے طبعاً حضرت والا کو ایسی مناسبت ہے کہ گویا از اول تا آخر نظر کے سامنے ہے۔ کوئی لفظ یا کوئی آیت پوچھی جائے کہ کہاں آئی ہے تو فی البدیہہ جواب دے سکتے ہیں۔ بمقام کانپور جماعت تراویح میں مجمع اس قدر ہوتا تھا کہ جو کوئی مغرب کے بعد پھرتی کے ساتھ کھانا کھا کر پہنچ گیا تو جگہ ملی ورنہ محروم رہا اس قدر مجمع میں سجدۂ تلاوت کرنے میں دقت تھی اور بہتوں کی نماز جاتے رہنے کا اندیشہ تھا۔ اس واسطے ایک مرتبہ اس روایت پر عمل کیا گیا کہ آیت سجدہ کے بعد اگر فوراً رکوع کیا جاوے تو سجدۂ صلوٰۃ میں سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جاتا ہے مگر تعریف یہ ہے کہ رکعتیں چھوٹی بڑی نہیں ہوتی تھیں۔ رمضان میں روزہ عموماً مدرسہ میں مہمانوں کے ساتھ افطار فرماتے ہیں اور اذان اول وقت بہت ٹھیک وقت پر ہوتی ہے اور اطمینان کے ساتھ افطار کر کے ہاتھ دھو کر کلی کر کے بطمانینت وسکون نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اذان اور جماعت کے درمیان اتنا وقت بخوبی ہوتا ہے کہ کوئی چاہے تو اطمینان سے وضو کر لے اور

تکبیر اولیٰ نہ جائے۔ اہل محلہ اپنے گھروں پر افطار کر کے بخوبی تکبیر اولیٰ میں شریک ہوتے ہیں نماز مغرب سے حسب معمول مع اوراد فارغ ہو کر کھانا نوش فرماتے ہیں اور عشاء کی نماز کے لئے روزانہ وقت کے قریب ہی کھڑے ہوتے ہیں۔ تراویح نہایت اطمینان کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بین الترویحات اذکار مسنونہ ادا فرماتے ہیں۔ رکعات کے رکوع وسجود ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تمام نمازوں کے۔ تہجد کے وقت بھی قراءت اکثر سری اور کبھی جہری کرتے ہیں، اگر مسجد میں بوجہ معتکف ہونے کے ہوتے ہیں تو بسا اوقات حضرت کے پیچھے تہجد میں دو چار آدمی مقتدی بن جاتے ہیں اور حضرت اسکو منع نہیں کرتے ہاں اسکا اہتمام بھی نہیں کرتے کہ تہجد جماعت کے ساتھ ہوا کرے۔ بلکہ ایک مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ آنکھ ذرا دیر میں کھلی تو مقررہ قرآن دو رکعت میں پڑھ کر فرمایا سحری کھالو پھر اگر وقت بچے تو اپنا تہجد پورا کرلو۔ بعد تہجد آرام فرما کر فجر کے لئے حسب معمول اٹھ بیٹھتے ہیں اور دن اور رات کے تمام معمولات جاری رہتے ہیں کبھی اعتکاف کرتے ہیں۔ پورے عشرۂ اخیرہ یا تین روز اعتکاف میں رہتے ہیں۔ اس وقت انوار و برکات کا گویا مینہ برستا ہے اعتکاف میں تصنیف کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ "قصد السبیل" اعتکاف ہی میں آٹھ دن میں لکھی گئی ہے۔ ایک اور کتاب بھی قصد السبیل کے ساتھ ان ہی دنوں میں لکھی گئی تھی یعنی الفتوح فیما یتعلق بالروح ایک مرتبہ احقر (حکیم محمد مصطفیٰ) کو ۲۸ رمضان کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا موقع ملا خیال غالب یہ تھا کہ قرآن ختم ہو گیا ہوگا۔ کیونکہ اکثر جگہ ستائیسویں شب میں ختم ہو جاتا ہے نیز مسجد کی کسی ہیئت میں یا جماعت میں معمول کے خلاف کوئی تبدیلی نہ تھی اور اس کے خلاف کا واہمہ بھی نہ ہوا۔ اور اتفاقی بات ہے کہ حضرت نے تراویح سورۂ والضحیٰ سے شروع

کی اس سے اور اس خیال کی تائید ہوئی کیونکہ والضحیٰ سے اکثر اسوقت پڑھتے ہیں جبکہ قرآن ختم ہو چکا ہو۔ جب حضرت نے سورۂ اقراء پر بسم اللہ پڑھی تو خیال ہوا کہ آج ختم کا دن ہے۔ چنانچہ یہ خیال صحیح نکلا۔ بعد ختم دعا مانگی گئی جس میں معمول سے کچھ بین زیادتی نہ تھی، اور ایک چراغ جو روزانہ جلتا تھا اس کے علاوہ نہ کوئی دوسرا چراغ تھا اور نہ آدمیوں میں زیادتی تھی نہ مٹھائی بٹی۔ ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کچھ مٹھائی بانٹوں مگر حضرت نے منع فرما دیا کہ آج نہیں آپ کا دل چاہے تو کل کو بانٹ دیجئے۔ نہ اجوائن وغیرہ پر دم ہوا حضرت نے اوائل سورہ بقرہ الی المفلحون تک پڑھا (معمولات اشرفی) دوسری جگہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے روزانہ کے معمولات میں لکھتے ہیں کہ حضرت اکثر نصف شب کے بعد تہجد کے لئے اٹھتے ہیں کبھی سدس لیل میں کبھی اس سے مقدم موخر اکثری عادت آٹھ رکعت کی ہے کبھی کم زیادہ بھی، ماہ مبارک میں تہجد کی نماز میں ایک پارہ روزانہ پڑھتے دیکھا اور بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ جب حضرت تہجد کی نماز پڑھتے تو محسوس ہوتا تھا کہ ایک نور مثل صبح صادق اوپر کو اٹھتا اور سفید رنگ کے شعلے حضرت کے جسم سے بار بار اوپر کو اڑتے تھے۔ (معمولات اشرفی)

حسن العزیز جلد اول کے ملفوظات رمضان ۳۴ھ کے شروع میں ایک مضمون حضرت حکیم الامتہ نے خود تحریر فرمایا جس میں اپنے سابقہ طرز سیاست کو موعظتہ کی طرف منتقل کرنے کی وجوہ بیان کیں۔ اس میں تحریر ہے کہ اسی اثناء میں ماہ مبارک کا مہینہ ہزاروں خیر و برکت کے ساتھ رونق افروز ہوا۔ چونکہ اس ماہ میں عموماً تعلقات کی تقلیل ہو جاتی ہے۔ بالخصوص امسال کہ بوجہ خستگی طبیعت کے مہینہ بھر کے جمعوں کا وعظ بھی دوسرے احباب کے

سپرد کر دیا گیا۔ تراویح میں ختم قرآن کے لئے بھی دوسرے صاحب تجویز کر لئے گئے۔ پہلے کی طرح کوئی سبق بھی شروع نہیں کرایا گیا۔ تعلیم ذکر و شغل کی بھی تعطیل رہی جو پارسال بھی رہی تھی تو اس طرح اب کا رمضان بہت ہی زیادہ بے تعلقی پر مشتمل تھا۔ اس وجہ سے اس تجویز کے آغاز نفاذ کے لئے یہ ماہ زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ پس بنام خدا آج سے طرز سیاست کو طرز موعظت سے بدلتا ہوں اور حق تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ایک ملفوظ میں ارشاد ہے کہ افطار کے بعد کسی قدر کم کھاوے تا کہ سحری رغبت کے ساتھ کھائی جاوے۔ یہ بھی فرمایا کہ میں زائد چیزیں مثلاً آم وغیرہ بعد تراویح کے کھاتا ہوں تا کہ نماز میں گرانی نہ رہے۔ اور رمضان المبارک میں کچھ نہ کچھ زائد چیزیں ہوتی ہی ہیں۔ کسی نے آم بھیج دیئے کسی نے پھلوریاں بھیج دیں۔ اور خود گھر میں بھی نئی چیزیں پکتی رہتی ہیں آخر حدیث شریف میں ہے کہ شہر یزاد فیہ رزق المومن یعنی مومن کا رزق رمضان میں بڑھ جاتا ہے اس کے آگے لکھتے ہیں فرمایا کہ مجھ سے رمضان شریف میں اور عبادتیں نہیں ہوتیں اوقات میں گڑبڑ ہو جاتی ہے بس آجکل روزہ اور تراویح کے سامنے ساری عبادتیں ماند ہو جاتی ہیں جیسے آفتاب کے سامنے سارے تارے ماند ہو جاتے ہیں۔ اپنی کم ہمتی کی میں نے یہ تاویل کر رکھی ہے کہ اور سب عبادتیں ماند ہو جاتی ہیں۔ گویا رمضان شریف کا پورا نور مجھے حاصل ہوتا ہے تراویح میں قاری صاحب کا کلام مجید سن کر پھر مستورات میں جا کر چار رکعت میں اپنا کلام مجید سناتے ہیں اس میں لیٹتے لیٹتے بارہ بج جاتے ہیں پھر ڈھائی بجے سحری کے لئے اٹھ بیٹھتے ہیں۔ پھر اکثر صبح تک نہیں سوتے۔ پھر نیند بھی حضرت کو بمشکل تمام بہت دیر کے بعد آتی ہے۔ اور وہ کبھی آتی ہے کبھی نہیں۔ کمی نیند کی ہمیشہ سے سخت شکایت

ہے آجکل برائے نام دو گھنٹے سونے کو ملتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس صورت میں تو خواہ مخواہ ہی سونے کا نام کرتا ہوں، ورنہ ہمت کروں تو ساری رات بیدار رہوں، دو گھنٹے بیٹھ کر کچھ پڑھتا ہوں، لیکن شاید اس لئے توفیق ہمت کی نہیں ہوتی کہ نفس کو یہ فخر کرنے کا موقع نہ ملے کہ ہم ساری رات جاگتے ہیں (حسن العزیز) ایک صاحب کے سوال پر کہ رمضان میں عبادات کی زیادتی دوام کے خلاف تو نہیں تو فرمایا کہ اگر کوئی رمضان کیلئے اپنے معمولات بڑھالے تو دوام کے خلاف نہیں کیونکہ اول ہی سے دوام کا قصد نہیں، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال رمضان میں زیادہ ہوجاتے تھے (انفاس عیسیٰ) ایک جگہ مولوی حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری تحریر کرتے ہیں کہ امسال یعنی ۱۳۴۷ھ میں بندہ کا قیام تھانہ بھون میں رہا اور ماہ رمضان میں من اولہ الی آخرہ یہ عاجز تراویح میں شریک رہا حضرت والا نے قرآن شریف سنایا۔ چونکہ حضرت والا ہر کام میں سنت کا اتباع کرتے ہیں اس لئے میرا دل چاہا کہ حضرت کے یہاں کی تراویح کا پورا نقشہ کھینچ دوں تاکہ جن حضرات کی نظر سے یہ مضمون گذرے وہ بھی اس کا اتباع کریں رمضان شریف میں حضرت کے یہاں عشاء کی اذان کا وقت غروب سے ایک گھنٹہ چالیس منٹ بعد تھا اور پون گھنٹے بعد جماعت ہوتی تھی۔ فرضوں میں طویل قراءت نہیں ہوتی تھی، اکثر والتین، الم ترکیف وغیرہ ہی پڑھتے تھے، تراویح میں بنسبت فرضوں کے ذرا رواں قراءت ہوتی تھی۔ مگر ہر حرف سمجھ میں آتا تھا اظہار و اخفاء کی بھی رعایت ہوتی تھی۔ اول اول سوا پارہ پڑھا۔ پھر کم کر دیا تھا۔ اور ستائیسویں شب میں ختم کر دیا کل وقت فرض اور تراویح اور وتروں میں ڈیڑھ گھنٹہ یا کبھی اس سے کم خرچ ہوتا تھا۔ ہر ترویحہ میں پچیس مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے جس میں خفیف

سا جہر بھی ہوتا۔ میں نے حضرت سے دریافت کیا تو فرمایا کہ تراویحہ میں کوئی ذکر شرعاً معین تو ہے نہیں میں درود شریف پڑھتا ہوں کہ مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور پچیس کی مقدار اس واسطے کہ اس عرصہ میں کسی کو پانی پینے یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ فارغ ہو سکتا ہے۔ تراویح کے بعد دعا مانگی جاتی ہے اس کے بعد وتر پڑھتے اور سجدہ تلاوت میں کبھی سجدہ کرتے کبھی رکوع کرتے۔ حضرت والا نے اقرء سے پہلے بسم اللہ کو جہر سے پڑھا۔ قل ہو اللہ صرف ایک مرتبہ پڑھی ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ قل ہو اللہ کے تین مرتبہ پڑھنے کی رسم بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مباح، اس لئے مستحب سمجھنا تو سخت غلطی ہے، اور تراویح میں تکرار یہ محض رسم ہی رہ گئی ہے اس کے متعلق طویل ملفوظ مستقل ہے، جس میں یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں یہ آیا ہے کہ سورہ اخلاص ثلث قرآن ہے نہ یہ کہ تین دفعہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ شاہ محمد اسحٰق صاحب کا اس کے متعلق عجیب جواب ہے وہ یہ کہ حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ سورہ اخلاص پڑھنے سے ثلث قرآن کا ثواب ملے گا تو تین دفعہ پڑھنے سے تین ثلث قرآن کا ثواب ملے گا اور تین ثلث سے پورا قرآن ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ تو ایسا ہوا جیسا کسی نے دس پارے تین دفعہ پڑھے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح پڑھنے کو پورا قرآن نہیں کہا جا سکتا۔ (حسن العزیز)۔

تراویح کے بعد حضرت روزمرہ کے معمول کے موافق تشریف لے گئے نہ روشنی میں اضافہ تھا نہ مٹھائی تھی ختم ہونے کے بعد تین دن تک تراویح میں پہلے دن والضحٰی سے اخیر تک پڑھا دوسرے دن الم ترکیف سے اور تیسرے دن عم یتساءلون کا پارہ نصف کے قریب پڑھا۔ (حسن العزیز)

اللہ کا شکر ہے حضرت حکیم الامتہ کے بہت سے معمولات مل گئے۔ فللہ الحمد۔ ایک تفریحی واقعہ میں بھی لکھوادوں یہ آپ بیتی میں بہت جگہ گذر چکا ہوگا کہ حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کا میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ بہت ہی معاصرانہ بے تکلفانہ اور مزاحانہ برتاؤ تھا اس کے تو بہت سے واقعات وقتاً فوقتاً ذہن میں آئے ایک مرتبہ ماہ مبارک میں میرے والد صاحب حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کے یہاں مہمان ہوئے تو والد صاحب نے حضرت حکیم الامتہ سے پوچھا کہ افطار کا کیا معمول ہے تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ گھنٹہ کے بعد تین چار منٹ شرح صدر کا انتظار کرتا ہوں اور میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی وجہ سے اس دن کچھ اہتمام بھی زیادہ تھا۔ میرے والد صاحب نے جنتری کے موافق گھڑی دیکھی اور پھر آسمان کو دیکھا۔ اور افطار شروع کر دیا یہ کہہ کر کہ آپ اپنے شرح صدر کا انتظار کرتے رہیں اور ان کے ساتھ ان کے خدام نے بھی شروع کر دیا اور حضرت حکیم الامتہ اور ان کے خدام انتظار میں رہے ایک دو منٹ کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اتنے میرا شرح صدر ہوگا اتنے یہاں تو کچھ رہنے کا نہیں، تراویح کے بعد حضرت تھانوی نے میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے پوچھا کہ مولانا سحر کا کیا معمول ہے والد صاحب نے کہا کہ ایسے وقت ختم کرتا ہوں کہ دن بھر یہ خیال رہے کہ روزہ ہوا کہ نہیں، (یہ تو مبالغہ تھا ورنہ دو تین منٹ صبح صادق سے پہلے ختم سحر کا معمول تھا) حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا معمول صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل فارغ ہونے کا ہے والد صاحب نے کہا کہ آپ اپنے وقت پر کھالیں میں اپنے وقت پر۔ ڈیڑھ دن کا روزہ میرے بس کا نہیں حضرت تھانوی نے فرمایا یہ تو نہیں ہوگا۔ کھاویں گے تو ساتھ ایسا

کریں کہ ایک دن کے لئے آپ کچھ مشقت اٹھالیں اور ایک دن کے لئے میں آپ کی خاطر مشقت اٹھالوں۔ اس پر فیصلہ ہوا کہ پون گھنٹہ پہلے شروع کر دیا جائے تا کہ ۱۵۔۲۰ منٹ کھانے میں لگیں اور تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے فراغت ہو جائے۔ (آپ بیتی نمبر۴) یہاں تک مضمون لکھنے کے بعد ہمارے مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نے ایک پرچہ میرے پاس بھیجا کہ تو نے خواجہ صاحب سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے جن نمبروں کا مجھے علم ہے ان کا جواب حسب ذیل ہے (۶) افطار مجمع کیساتھ ہوتا تھا (۸) جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا۔ (یعنی مغرب کے بعد کی نوافل میں کمایا کیفا) (۹) اوابین کی چھ رکعات ادا فرماتے تھے اور کبھی بیٹھ کر بھی میں نے پوچھا تھا حضرت سے کہ بیٹھ کر کیوں پڑھتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ غرور نہ ہو اور نماز میں پنکھا نہیں جھلواتے تھے۔ میں نے پوچھا نماز کے وقت پنکھا کیوں نہیں جھلواتے تو حضرت نے فرمایا عبادت میں جی نہیں چاہتا (۱۸) صبح کی نماز میں اسفار کے متعلق رمضان یا غیر رمضان میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا (۲۱) میرے علم میں حضرت دور نہیں کرتے تھے (۲۲) جہاں تک مجھے یاد ہے اکثر دیکھ کر تلاوت قرآن کرتے تھے۔ قرآن شریف بہت ہی اچھا یاد تھا۔ میں نے صرف دو آدمیوں کو دیکھا جتنا قرآن اچھا یاد تھا اتنا کسی کو نہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے قاری عبد الخالق صاحب فقط۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میرے رمضان کے معمولات وہی معمولات ہیں جو غیر رمضان میں تھے۔ بعض حضرات کے یہاں روزہ کی افطاری میں کافی معمولات ہیں کہ کھجور یا زمزم سے روزہ افطار کرنے کا اہتمام ہوتا ہے۔ میرا تو عام معمول یہ ہے کہ جو چیز افطاری کے

وقت قریب ہو چکا ہے وہ کھجور ہو زمزم ہو گرم پانی ہو امرود ہو اس سے روزہ افطار کر لیتا ہوں (افاضات یومیہ) یہاں تک لکھنے کے بعد مولانا الحاج ظہور الحسن صاحب مقیم تھانہ بھون جن کی خدمت میں دیگر احباب کے ساتھ میں نے معمولات کے متعلق استفسار کیا تھا ان کے یکے بعد دیگرے دو گرامی نامے پہنچے اور یہ پیام بھی کہ ان کو اکابر کے معمولات کیساتھ ضرور شائع کیا جائے۔ انہوں نے پہلے خط مکتوب ۱۶ جمادی الثانیہ میں لکھا میں نے چونکہ خط ان کے صاحبزادے مولوی نجم الحسن سلمہ کی معرفت بھیجا تھا کہ وہ آجکل مدرسہ مظاہر علوم میں پڑھ رہے ہیں مولانا نے بھی جواب ان ہی کی معرفت بھیجا وہ لکھتے ہیں عزیزم نجم الحسن سلمہ السلام علیکم و رحمتہ اللہ تمہاری معرفت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آنعزیز کو معلوم ہے کہ میں چند گھنٹے کے لئے دس گیارہ بجے دن کو آتا ہوں عصر سے پہلے واپسی ہو جاتی ہے۔ اس لئے حضرت شیخ کی ملاقات سے محروم آتا ہوں۔ کیونکہ وہ ملاقات کا وقت نہیں ہوتا۔ بہر حال کوشش کروں گا کہ شب کو قیام کروں، میرا حافظہ بہت کمزور ہے روایت باللفظ پر قادر نہیں یہ واقعہ خط لکھنے کا رمضان ۴۹ھ کا ہے۔ خواجہ صاحب کے نام خط کا جانا یاد ہے۔ اس سلسلے میں مختلف اوقات میں حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف موقعوں پر مختلف عنوان سے ملفوظات بیان فرمائے ہیں جو ملفوظات کے مطالعہ یا سنانے کے وقت سامنے آجاتے ہیں اس وقت جو ذہن میں ہے وہ یہ ہیں "فرمایا کہ مامور بہ معمولات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ہیں، امتی کے معمولات مامور بہ نہیں نیز ان کو جمع کرنا بعض وجوہ سے مضر بھی ہے اس لئے ان کے درپے ہونا مناسب نہیں ان کے جمع کرنے میں ایک مضرت یہ ہے کہ ان کو پڑھنا دو حال سے خالی نہیں، یا پڑھنے والے کے معمولات ان

بزرگ کے معمولات سے زائد ہیں یا کم، اگر زائد ہیں تو ہمت ٹوٹے گی کہ جب اتنے بزرگ کے اتنے تھوڑے معمولات ہیں تو ہم چھوٹے ہو کر کیوں اتنی مشقت برداشت کریں۔ اور اگر زائد ہیں تو پست ہمتی کا احساس کر کے تعطل ہو جاتا ہے''۔ ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میرے معمولات ہی کیا ہیں جن کو بیان کیا جائے میرے معمولات تو رمضان اور غیر رمضان میں یکساں ہیں تمام اوقات گھرے ہوئے ہیں اس لئے رمضان میں کوئی نیا وقت نہیں ملتا جس سے زیادتی کی توفیق ہو۔ تمام وقت رمضان اور غیر رمضان میں ان ہی کاموں میں گھرا رہتا ہے۔ آئندہ کوئی بات یاد آئی، یا کوئی ملفوظ مطالعہ کے وقت سامنے آ گیا تو مطلع کروں گا۔ والسلام۔

اس کے بعد مولانا ظہور الحسن صاحب کا دوسرا گرامی نامہ ۱۸ جمادی الثانیہ کا بعنوان گذشتہ سے وابستہ ملا جس میں تحریر فرمایا۔ مختلف بزرگوں کے معمولات جمع کرنے کے مفاسد میں ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ عوام اپنی بصیرت کی کوتاہی سے جس کی شب بیداری اور ذکر وتلاوت کی مقدار زیادہ دیکھیں گے اس کمیت کو بزرگی کا معیار بنا کر ان کے متعلق افضلیت کا حکم لگائیں گے۔ اور جن میں کمی دیکھیں گے ان کو مفضول قرار دیں گے اور باہمی تنافس سے دوسروں کی تنقیص کے مرتکب ہوں گے کیفیت اور دوسری خدمات دینی کی نوعیت سے لاعلمی کی بنا پر جو حضرات اصلاح خلق کے اہم فرض کفایہ کی خدمات میں مشغولی کی وجہ سے زیادہ تلاوت اوراد اور شب بیداری وغیرہ کا موقع نہیں پاتے ان کو مفضول اور ادنیٰ سمجھتے ہیں اپنے ناقص اور خود ساختہ معیار سے غلط فیصلہ کر کے افضل کو مفضول قرار دیکر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ فجر کے بعد اپنی جگہ ذکر تلاوت میں مشغول رہنا

اور اشراق کی نفلیں پڑھ کر اٹھنا حسب روایت حدیث حج وعمرہ کا ثواب رکھتا ہے ہوسکتا کہ بعض اعمال اس سے بھی فوق ہوں، میرے ذوق میں نماز فجر کے بعد چہل قدمی اور تلاوت بہ نیت ''اعدوا لہم الخ'' اس سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت کا خود یہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر تقریباً دو میل مشی فرماتے۔ اور اس مشی میں کلام مجید کی ایک منزل کی تلاوت، مناجات مقبول کی ایک منزل بھی پوری فرمالیتے۔ پھر اشراق کی نفلیں پڑھتے۔ یہ تلاوت چونکہ تدبر کے ساتھ ہوتی تھی اس لئے عموماً بہت سے آئے ہوئے فقہی فتاویٰ اور تصوف کے سلسلہ کے سوالات کے جوابات بھی تلاوت کے ضمن میں آیات سے حل ہوجاتے۔ جن کو حالت مشی ہی میں ذہول کے خطرہ کی بنا پر پنسل کاغذ سے نوٹ فرمالیتے اور جائے قیام پر پہنچ کر اپنے موقع پر نقل فرمالیتے بظاہر تو یہ صرف مشی ہوتی تھی جس کو عرفاً اوراد وظائف سے متعلق نہیں سمجھا جاتا اور حقیقت کے اعتبار سے یہ عرفی وظائف سے بدرجہا بڑھی ہوئی علمی اور اصلاحی خدمت تھی خانقاہ سے مکان تک جانے میں راستہ میں ملنے والے بچوں سے تفریح اور خوش طبعی کی ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو فرماتے جاتے ان کے جوابات سے نتائج اخذ فرماتے۔ دولت خانہ میں پہونچکر گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے تفریحی گفتگو فرماتے مہمان عورتوں کی حاجات سنتے ان کے لئے اصلاحی باتیں فرماتے گویا زندگی کا ہر لمحہ بظاہر دنیا کے مشاغل میں مصروف نظر آتا اور حقیقت میں وہ سب اصلاحی درس تھا اس لئے عرفی اوراد وظائف سے کہیں بالاتر تھا۔ وہ عوام جو اس گہرائی سے ناواقف ہیں حقیقت تک نہ پہنچیں تو یہ انکی علمی کوتاہی ہے جن مصالح کے پیش نظر آپ اور بزرگوں کے معمولات اب شائع کرنے کا ارادہ فرمارہے ہیں وہیں اگر ان ملفوظات کو بھی شائع فرمادیں تو عوام کی

طرف سے جن مفاسد کا امکان ہے وہ جاتا رہے گا اور تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آجائیگا ورنہ جیسی مصلحت ہو تعمیلا للارشاد تحریر ہوا والسلام بندہ ظہور الحسن غفرلہ ۱۸ ج ۲ (جمادی الثانیہ)

حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ کے معمولات تو یہ ناکارہ معمولات اشرفیہ، حسن العزیز وغیرہ سے اوپر درج کراچکا مولانا ظہور الحسن صاحب نے علمی اشتغال حضرت حکیم الامۃ کا لکھا وہ بھی بہت اہم ہے اس میں کیا شک ہے کہ علمی اشتغال اوراد وظائف سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ میں مرشدی حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے معمولات میں غالبا لکھوا چکا ہوں کہ بذل المجہود کی تالیف کے بعد سے ماہ مبارک میں اشراق کے بعد سے دوپہر تک بذل کی تالیف کا سلسلہ رہتا تھا۔ حتی کہ اعتکاف میں بھی ساری کتابیں معتکف میں جاتی تھیں۔ اکابر کے مختلف معمولات اسی لئے جمع کیے جاتے ہیں کہ ہر صاحب ذوق اپنے ذوق کے موافق اور اپنے حالات کے موافق مشائخ میں سے جن کے معمول کو اپنے لئے آسان اور اپنے ذوق کے موافق سمجھے اس کے اتباع کی کوشش کرے۔ گلدستہ کا کمال یہی ہے کہ اس میں ہر نوع کے پھول ہونے چاہئیں، ایک ہی نوع کے اگر سارے پھول ہوں تو وہ گلدستہ کا کمال نہیں اس ناکارہ نے تو فضائل رمضان کے شروع میں بھی جو رمضان ۴۹ھ میں اعتکاف ہی کے زمانہ میں لکھا گیا تھا یہ لکھا ہے کہ میرے حضرت میرے مرشد مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہاں بھی رمضان اور غیر رمضان کے معمولات میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا اس میں یہ لکھا جاچکا ہے کہ اکابر کے معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے ان کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ ان کو کہدیا جائے۔ بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جائے۔ اور حتی الوسع پورا کرنیکا اہتمام کیا

جائے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے فقط۔ اس ناکارہ کا خیال اپنے اکابر کے متعلق خوش اعتقادی سے نہیں بلکہ حقیقت میں یہ ہے کہ ان حضرات کے افعال واقوال حضور اقدس ﷺ جو جامع الکمالات اور ''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'' کا سچا مصداق ہیں، آپ ﷺ ہی کے مختلف احوال کا پرتو ہیں، میں تو اپنے ان اکابر شموس وبدور ہدایت کے متعلق خوان خلیل میں حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ ہی کے ترجمہ میں یہ لکھوا چکا ہوں کہ۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر ان ہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
ان ہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے ان ہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

میں اپنے اکابر کے متعلق اس میں یہ بھی لکھوا چکا ہوں۔

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع
الٰہی کیسی کیسی صورتیں تو نے بنائی ہیں کہ ہر اک دست بوسی کیا قدم بوسی کے قابل ہے

دوسرے مصرع کی اصلاح ہمارے مدرسے کے ناظم مولانا اسعد اللہ صاحب نے کی جو مجھے بہت پسند آئی۔ لیکن اس کے باوجود گلدستہ کے پھولوں کی طرح سے ہر ایک کی بو الگ نظافت ولطافت الگ اور گلدستہ جب ہی کامل ومکمل ہوسکتا ہے جبکہ اس میں مختلف رنگوں کے اور مختلف خوشبوؤں اور اداؤں کے پھول ہوں۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج مدنی نور اللہ مرقدہ کا سلہٹ کا رمضان ۶۵ھ کا

مولانا عبدالحمید صاحب اعظمی نے مستقل رسالہ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے جس کو مختصر کر کے یہاں نقل کراتا ہوں گو بہت طویل ہو گیا مگر اکابر میں سے کسی کے رمضان کی اتنی تفصیل ابتک کسی رسالہ میں نہیں ملی۔ اس لئے میرا جی چاہا کہ حضرت قدس سرہ کے رمضان کی تفصیل کم از کم آجائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا کا قیام تو دراوغہ عبدالستار صاحب مرحوم کے مکان پر ہوتا تھا اور نئی سڑک کی بڑی مسجد جو قیام گاہ سے تقریباً دو فرلانگ ہے اس میں حضرت پانچوں وقت کی نمازیں پڑھا کرتے تھے اور اسی میں زائرین و معتقدین دور دراز سے آکر ماہ مبارک میں فروکش ہوتے تھے، چونکہ حضرت قدس سرہ کا پورے ماہ کا قیام ہوتا تھا اس لئے اقامت کی نیت ہوتی تھی اور جملہ نمازوں میں حضرت خود ہی امامت فرماتے تھے۔ اور ظہر کی نماز کے بعد مصلے کے چاروں طرف جو بیسیوں بوتلیں پانی دم کرنے کی رکھی رہتی تھیں (دم کرتے) اس کے بعد مصلے کے نیچے سے وہ درخواستیں نکالتے جو ظہر کی نماز تک وہاں جمع ہوتی رہتی تھیں۔ اور ان کو ہر ایک کو پڑھ کر صاحب درخواست کو بلا کر اس کی درخواست پوری فرماتے۔ تعویذ وغیرہ لکھتے جس میں بیعت کی درخواست ہوتی ان سب کو ایک کونہ میں جمع کرتے۔ ان درخواستوں سے فارغ ہونے کے بعد بیعت ہونے والے حضرات کو بیعت کرتے۔ پھر کچھ ارشاد و نصیحت کے بعد دولتخانہ پر تشریف لیجاتے۔ جانے کے ساتھ کبھی ذرا لیٹ گئے ورنہ تلاوت میں مشغول ہو گئے ڈاک کا کام اگر باقی رہ گیا تو اس کو پورا کیا۔ اسی درمیان میں خصوصی ملاقاتوں کا بھی سلسلہ جاری رہتا۔ اتنے میں عصر کی اذان ہو جاتی۔ حضرت ضروریات سے فارغ ہو کر نماز عصر کے لئے تشریف لیجاتے

نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد جلیل صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے ساتھ سوا پارے کا دور فرماتے۔ اسطرح پر کہ پاؤ پارہ حضرت پڑھتے اور پھر وہی پارہ مولانا محمد جلیل صاحب پڑھتے اگر غروب سے پہلے دور ختم ہو جاتا تو حضرت مراقب رہتے اور رفقاء اپنے ذکر و شغل میں مشغول رہتے اور افطار کے بعد جسمیں عموماً کھجور اور زمزم، اور ناشپاتی انناس، عمدہ کیلے، امرود، آم، بصری کھجوریں، ناریل کا پانی، پپیتے، میٹھے اور نمکین چاول، تلے ہوئے انڈے ہوتے اور عام ہندوستانی افطاری پھلکیاں چنے وغیرہ سے دسترخوان خالی ہوتے۔ میں تو سمجھا کہ ان چیزوں کا یہاں رواج نہیں مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ رواج تو خوب ہے مگر ان چیزوں کو گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے حضرت کے دسترخوان پر لانا توہین سمجھتے تھے اس سب کے باوجود حضرت کا افطار بہت ہی مختصر ہوتا اس وقت میں سارے دسترخوان پر چہل پہل اور فرحت و سرور کا دور ہوتا مگر حضرت نور اللہ مرقدہ نہایت استغراق میں ساکت رہتے۔ (از زکریا للصائم فرحتان) افطار گاہ مسجد کے قریب ہی تھا۔ لیکن دور کے ختم ہونے کے بعد سے جو استغراقی کیفیت ہوتی تو بعض مرتبہ اذان کی بھی اطلاع کرنی پڑتی (از زکریا یہ منظر اس ناکارہ نے بھی دیوبند کی حاضری میں بارہا دیکھا کہ لوگ کسی سیاسی مسئلہ پر زور و شور سے بحث و مباحثہ کرتے رہتے اور کسی موقع پر حضرت زور سے فرماتے آئیں آئیں۔ اسوقت میں سمجھتا کہ حضرت جی تو یہاں ہیں نہیں) افطار کی اتنی تنوعات کے باوجود جو اوپر ذکر کیا گیا کھجور و زمزم کے بعد ایک آدھ قاش کسی پھل کی نوش فرما کر ناریل کا پانی نوش فرماتے۔ اور ایک یا آدھی پیالی چائے کی نوش فرماتے۔ لیکن دسترخوان کے ختم ہونے تک وہیں تشریف فرما ہوتے۔ اور کبھی کبھی کوئی مزاحی یا تفریحی فقرہ بھی فرمایا کرتے

۸۔۱۰ منٹ اس افطار میں لگ جاتے اس کے بعد حضرت مغرب کی نماز نہایت مختصر پڑھتے اور اس کے بعد دو رکعت نفل نہایت طویل تقریباً نصف گھنٹے تک پڑھتے۔ اس کے بعد حضرت طویل دعاء مانگتے جس میں سارے اہل مجلس چاہے مشغول ہوں یا فارغ شرکت کرتے اس کے بعد اگر کہیں کھانیکی دعوت ہوتی تو مسجد سے داعی کے مکان پر تشریف لیجاتے۔ ورنہ اپنے قیام گاہ پر تشریف لیجاتے کھانے میں دو دستر خوان ہوا کرتے تھے ایک حضرت اور ان کے رفقاء کا جو روٹی کھانے کے عادی تھے اور دوسرا ان مہمانوں کا جو چاول کھانے والے ہوتے تھے حضرت کے رفقاء میں صاحب زادے مولانا اسعد اور عزیزان ارشد و ریحانہ بھی ہوتے یہ تینوں بھی چاول کھانے والوں میں ہوتے حضرت مزاحاً ارشاد فرمایا کرتے کہ دو بنگالی میرے پاس بھی ہیں ان کے لئے بھی چاول لگا دیجئے۔ دستر خوان پر مختلف قسم کے چاول کثرت سے ہوتے تھے۔ اس لئے کہ مجمع بنگالیوں کا ہوتا تھا۔ اور وہ چاول کے عادی ہیں، پراٹھے کا دستور ہے مگر سادی چپاتیاں نہ ان کو معلوم ہیں نہ کوئی پکانا جانتا ہے۔ دستر خوان پر گوشت وغیرہ کے علاوہ کسی میٹھی چیز کا ہونا بھی ضروری ہے حلوے اور شاہی ٹکڑوں کے علاوہ پپیتے اور پیٹھے کی سویاں اس تکلف سے پکائی جاتیں کہ ادھر کے لوگوں کو اسکی پہچان اور تمیز مشکل ہو جاتی نیپال کی سبز مرچیں تراش کر دستر خوان پر رکھنا بھی ضروری ہوتا۔ باوجود اس کے کہ یہ مچھلیوں کا ملک ہے معلوم نہیں کہ مچھلی دستر خوان پر کیوں نہیں ہوتی تھی ایک نئی ترکاری بانس کی لائی گئی تھی، تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہاں بانسوں میں ایک گوپھا ہوتا ہے اسکی ترکاری پکائی جاتی ہے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کا عمومی دستر خوان دیو بند میں اور یہاں بھی عرب کے قاعدہ کے موافق ایک بڑے طباق میں ترکاری اور اس کے چاروں

طرف حلقہ بنا کر کھانے والے بیٹھتے تھے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کے پاس ایک کپڑے میں گرم چپاتیاں لپٹی رہتی تھیں اور حسب ضرورت مہمانوں کو مرحمت فرماتے رہتے تھے اگر کوئی شخص اپنی رکابی کو بھری ہوئی چھوڑ دیتا تو حضرت اسکو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے صاف کر دیتے۔ اور دستر خوان پر گرے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو اٹھا کر بے تکلف کھا لیتے تھے جس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو بھی اس کا اہتمام ہو گیا۔ حضرت کا معمول دوزانوں بیٹھ کر کھانے کا تھا۔ ایک چپاتی بائیں ہاتھ میں دبا لیتے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے توڑ کر کھاتے سب سے اول میں افتتاح کرتے۔ سب سے آخر میں فارغ ہوتے۔ کھانے کے بعد سب مہمان چائے پیتے یہ سب تفصیل دعوت کی تھی۔ اگر کہیں دعوت نہ ہوتی تو حضرت مغرب کی نماز سے فراغ کے بعد سیدھے قیام گاہ پر تشریف لاتے کھانا پہلے سے تیار ہوتا تشریف لاتے ہی دو دستر خوان ایک چاول والوں کا اور دوسرا حضرت اور ان کے رفقاء روٹی کھانے والوں کا۔ چونکہ مکان پر کھانے سے جلدی فراغ ہو جاتا اس لئے حضرت کھانے کے بعد چند منٹ بیٹھ جاتے احباب مختلف گفتگو علمی یا اخباری کرتے رہتے۔ حضرت بھی اس میں شریک ہوتے اس کے بعد چند منٹ کے لئے حضرت آرام فرماتے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا مخصوص لہجہ اور ان کی نماز کا خشوع وخضوع نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب وحجاز میں بھی ممتاز ومسلم ہے۔ سلہٹ میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ نماز اور تراویح کی امامت خود فرماتے اس لئے تراویح کی شرکت کیلئے دور دراز سے روزانہ سیکڑوں آدمی آتے اور تراویح وتہجد کی شرکت فرما کر صبح کو سب اپنے گھر روانہ ہو جاتے (از زکریا حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی قراءت اور نمازوں کے متعلق جو کچھ لکھا بلفظہٖ صحیح

ہے۔ فرائض کی اقتداء تو اس ناکارہ کو سیکڑوں مرتبہ ہوئی ہوگی لیکن ماہ مبارک میں حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کی کبھی توفیق نہیں ہوئی۔ البتہ تراویح میں دو مرتبہ اقتداء کی نوبت آئی۔ پہلی مرتبہ رمضان المبارک ۶۳ھ میں جبکہ حضرت مدنی قدس سرہ الہ آباد جیل سے رہا ہو کر ۱۴ رمضان یکشنبہ کی صبح کو سہارنپور پہونچے اور اسی وقت دوسری گاڑی سے دیوبند روانہ ہو گئے۔ اور ایک شب دیوبند قیام کے بعد دوشنبہ کی دوپہر کو بارہ بجے دہلی تشریف لیگئے۔ چونکہ اس سال ۲۱ رجب کی صبح کو چچا جان کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے حضرت قدس سرہ دہلی پہونچنے کے بعد مغرب کے بعد نظام الدین بسلسلۂ تعزیت تشریف لے گئے۔ تراویح کے وقت حضرت نے فرمایا جو امام تراویح ہے وہ تراویح پڑھائے۔ میں نے عرض کیا کہ کس کی ہمت ہے کہ آپ کے سامنے تراویح پڑھا سکے آج تو آپ ہی کو پڑھانی ہے۔ تھوڑی سی ردوقدح کے بعد حضرت نے قبول فرمالیا اور اس شب کی تراویح کی امامت حضرت نے نظام الدین میں فرمائی۔ اور اپنی تراویح کا قرآن جو پہلے سے شروع ہوا تھا اس میں پارہ نمبر ۱۴ کے نصف سے سورہ بنی اسرائیل کے ختم تک ایک پارہ بیس رکعت میں ایسے اطمینان سے پڑھا کہ لطف آگیا دوسری مرتبہ دوسرے ہی سال رمضان ۶۴ھ کی پہلی تراویح حضرت نے سہارنپور کے اسٹیشن پر پڑھائی کہ ۲۹ شعبان کی شب میں صبح کو چار بجے بخاری شریف ختم ہوئی اور اسی دن شام کو مع اہل وعیال لاری سے دیوبند سے روانہ ہو کر سہارنپور پہونچے۔ اور بارہ بجے کے قریب سہارنپور کے اسٹیشن پر بہت بڑی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی۔ اہل مدرسہ واہل شہر کی بڑی جماعت جو اپنے اپنے یہاں سے تراویح پڑھ کر اسٹیشن پر پہونچتے رہے اور بہ نیت نفل شریک ہوتے رہے۔ زکریا کو حضرت نے حکم فرمایا کہ

میرے قریب کھڑے ہو کر سامع تمہیں بننا ہے میں نے عرض کیا آپ کو لقمہ دینا آسان تھوڑا ہی ہے۔ مجمع میں حافظ بہت ہیں اچھے سے حافظ کو بلاؤں حضرت نے قبول نہیں فرمایا اور اس شب کے استماع کا فخر اس سیہ کار کو حاصل ہوا فقط) مولوی عبدالحمید صاحب لکھتے ہیں چونکہ مجمع دور دور سے آتا تھا اذان کے بعد ہی مسجد پُر ہو جاتی تھی۔ بعد میں آنے والوں کو جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔ حضرت کے تشریف لے جانے کے لئے درمیان میں تھوڑی سی جگہ خالی رکھی جاتی تھی مسجد میں تشریف لاتے وقت متولی مسجد پانی کا گلاس پہلے سے بھر کر انتظار میں کھڑے ہوتے کہ حضرت مکان سے چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد ایک پان کھا کر موٹر میں تشریف فرما ہوتے اور کلی کر کے سیدھے مصلے پر پہونچتے تھے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے ایک دو مکبر تو ضرور تھے اور اخیر عشرہ میں کئی مکبر ہو جاتے تھے۔ تراویح میں ڈھائی پارے قرآن پاک اس طرح پڑھتے کہ اول چار رکعتوں میں مولوی جلیل سوا پارہ پڑھتے اور اسی سوا پارہ کو سولہ رکعتوں میں حضرت قدس سرہٗ پڑھتے۔ ترویحہ بہت لمبا ہوتا۔ حضرت پر تراویح میں قرآن پاک پڑھتے ہوئے بعض وقت ایک جوش پیدا ہوتا کہ اس وقت کی لذت تو سننے والے ہی کو معلوم ہے تراویح کے بعد بہت طویل دعا ہوتی جس میں حاضرین پر گریہ و بکاء کا ایسا زور ہوتا کہ بسا اوقات ساری مسجد گونج جاتی تراویح کے بعد حضرت اپنے رفقاء اور خدام کیساتھ وہیں چائے نوش فرماتے اور تقریباً دس منٹ بعد حضرت قدس سرہ وعظ کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور لوگ اپنی اپنی مساجد سے تراویح پڑھنے کے بعد حضرت کے وعظ میں شرکت کے لئے مسجد میں آجاتے اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تل رکھنے کی جگہ نہیں رہتی بلکہ لوگ مسجد سے باہر سڑکوں پر کھڑے ہوتے وہاں آواز نہیں پہنچتی تھی اسلئے آلہ

مکبر الصوت کا انتظام کیا گیا۔ اور اسوقت میں وعظ میں شرکت کرنیوالوں کو جن کی ہزاروں کی تعداد ہوتی تھی چائے بھی خاموشی سے ملتی رہتی تھی۔ مگر اس میں آواز بالکل نہیں ہوتی تھی اور نہ کوئی ایسا شخص ہوتا جس کو چائے نہ ملی ہو۔ اتنے حضرت نور اللہ مرقدہ اپنی چائے سے فراغت پاتے اتنے مجمع بھی چائے سے فارغ ہوجاتا۔ یہ وعظ بالکل اصلاحی ہوتا تھا سیاسیات پر کوئی کلام طویل نہیں ہوتا تھا۔ ایک آدھ لفظ بیچ میں چاشنی کے طور پر آجاتا تھا۔ حضرت کے وعظ میں پرچہ بھی پہنچتا رہتا تھا۔ اور حضرت اسکو سن کر اس کا جواب بھی تفصیل سے دیتے۔ جب وسط رمضان کے بعد سے حضرت قدس سرہ کی طبیعت ناساز ہوگئی تو دوسرے لوگ وعظ کرتے رہے لیکن حضرت قدس سرہ باوجود ناسازی طبع کے جب تک وعظ ختم نہ ہوتا وعظ میں تشریف فرما ہوتے اس کے بعد ایک گھنٹہ بعد وعظ ختم ہوکر مصافحہ کا نمبر شروع ہوتا۔ باوجود انتظامات کے کار تک پہنچنے میں دیر لگ جاتی۔ مکان پر تشریف لانے کے بعد ہلکا سا ناشتہ پیش ہوتا جس میں جملہ حاضرین شرکت کرتے۔ ڈیڑھ بجے رات کو یہ مجلس ختم ہوجاتی اس کے بعد حضرت اپنے حجرہ میں تشریف لاتے۔ اس میں بھی بعض مخصوص حضرات سے تخلیہ میں بات کرتے اس کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ حضرت آرام فرماتے اور پھر تہجد کے لئے بیدار ہوجاتے (از زکریا اس کا اس ناکارہ کو بھی بہت ہی کثرت سے تجربہ ہوا ہے کہ میرے حضرت مرشدی سہارنپوری اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہما کی نیند اس قدر قابو کی تھی کہ جب سونے کا ارادہ فرماتے لیٹتے ہی آنکھ لگ جاتی اور جب اٹھنے کا ارادہ ہوتا بغیر کسی الارم یا جگانے والے کے خودبخود آنکھ کھل جاتی جس کو میں کسی جگہ آپ بیتی میں تفصیل سے لکھوا چکا ہوں) اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں تہجد

کیلئے تشریف لیجاتے جو لوگ تہجد کی شرکت کے لئے دور دور سے آتے وہ سب حضرت نور اللہ مرقدہ کے پہنچنے سے پہلے ورنہ پہلی رکعت میں ضرور شریک ہو جاتے تہجد میں دو قرآن کا معمول تھا۔ ایک حضرت نور اللہ مرقدہ پڑھتے دوسرا مولانا محمد جلیل صاحب۔ حضرت تہجد کے لئے تشریف لیجاتے وقت بہت اہتمام کرتے کہ آہٹ نہ ہو اور کسی کی آنکھ نہ کھلے۔ مگر لوگ فرط شوق میں جاگ ہی جاتے تھے۔ نفلوں کے بعد چونکہ سحری کا وقت بہت کم رہتا اس لئے فوراً اسی وقت مکان پر سحری کا دستر خوان بچھ جاتا اور وقت کی تنگی کی وجہ سے جلدی جلدی انگلیاں اور منھ کھانے میں مشغول اور آنکھیں گھڑیوں پر اور کان موذن کی آواز پر ہمہ تن متوجہ رہتے اور حضرت سحری سے فراغت کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جاتے اور پھر معاً نماز کی تیاری کرتے مسجد میں تشریف لیجاتے اور اسفار میں نماز ہوتی لیکن اخیر عشرہ میں اعتکاف کے زمانہ میں میں غلس میں شروع ہوتی اور اسفار تام میں ختم ہوتی واپس جانے والے حضرات الوداعی مصافحہ کرتے اور حضرت اپنے قیامگاہ پر تشریف لاتے اور فوراً لیٹ جاتے ایک دو خادم بدن دباتے اور سر مبارک پر تیل ملا جاتا۔ اور حضرت بعض مرتبہ باتیں کرتے کرتے ہی سو جاتے رفقاء بھی سب سو جاتے حضرت تھوڑی دیر آرام کے بعد وضو استنجاء سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہو جاتے۔ اور دس بجے سے ان لوگوں کی آمد شروع ہو جاتی جن کو تخلیہ کا وقت دے رکھا تھا لیکن اس درمیان میں بھی اگر کچھ وقت ملتا تو حضرت قدس سرہ تلاوت میں مصروف ہو جاتے اور اسی وقت میں ڈاک بھی تحریر فرماتے۔ اس درمیان میں جن لوگوں کو کچھ خصوصی بات کرنی ہوتی وہ بھی آتے جاتے یہ سلسلہ کبھی کبھی تو ظہر تک چلتا اور اگر کبھی وقت مل جاتا تو ظہر سے پہلے آدھ گھنٹہ آرام

فرما لیتے۔ اس سال حضرت نور اللہ مرقدہ کی طبیعت بہت ناساز رہی اور وسط رمضان سے بخار وغیرہ کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا اس لیے بعض خدام نے اعتکاف کے متعلق استمزاج کیا کہ اعتکاف میں دقت زیادہ ہوگی، حضرت نے فرمایا نہیں اعتکاف کی نیت کر لی ہے۔ چنانچہ مسجد کے ایک کونے میں حضرت کا معتکف بنا دیا گیا۔ لیکن بخار کی شدت کی وجہ سے بسا اوقات دوران نماز میں سردی لگ جاتی حضرت چادر اوڑھ لیتے برقی پنکھے بند کر دیئے جاتے اور بعض مرتبہ درمیان میں چائے پی کر اس طرح نماز میں مشغول ہو جاتے اسی طرح بخار ہی کی حالت میں تہجد میں طویل قیام اور لمبی قرأت کرنا پڑتی چونکہ قیام گاہ پر حضرت کی ناسازی طبع کی وجہ سے چار راتوں میں تہجد کی نماز باجماعت نہیں ہو سکی تھی اس لئے قرآن ختم ہونے کو کافی باقی رہ گیا تھا۔ اس کمی کو اس عشرہ میں پورا کرنا ضروری تھا۔ اس پر مزید یہ کہ مسجد میں قیام اور لوگوں کے ہجوم وازدحام کے باعث رات کے نصف گھنٹے کا وہ سکون اور خاموشی بھی یہاں میسر نہیں تھی جو قیام گاہ پر حاصل تھی اس لئے مشاغل کی زیادتی کے ساتھ آرام کا بھی کوئی خاص موقع نہیں اخیر عشرہ میں ہجوم بہت زیادہ بڑھ گیا تھا مسجد سے باہر سڑکوں پر بھی آدمی رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے ظہر کے بعد کی درخواستوں میں بھی کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ اس طرح سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی اور مخصوص طالبین سالکین جن کو اپنے مخصوص حالات سنا کر ہدایات لینی تھیں ان کی تعداد تو بہت ہی بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ ان کے لئے نمبر وار باری مقرر کرنی پڑی صبح کی نماز سے فارغ ہو کر جانے والوں کے مصافحہ کی بہت کثرت ہوتی اس سے فارغ ہو کر حضرت معتکف میں تشریف لے جاتے اور تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد جب کہ رات کا جاگا ہوا سارا مجمع گہری نیند سویا

ہوا ہوتا حضرت اٹھ کر نہایت آہستہ آہستہ قدم بچا کر استنجاء تشریف لے جاتے اور وضو فرما کر اپنے معمولات میں مشغول ہو جاتے اور شب قدر جو لوگوں میں ستائیسویں شب مشہور ہے کے ہجوم کا تو پوچھنا ہی کیا۔ ظہر کے بعد کے پرچوں میں بھی کثرت ہوگئی اور تراویح کے بعد کی دم کی بوتلیں حضرت نور اللہ مرقدہ کے مصلے کے چاروں طرف پھیل گئیں۔ اور جب تہجد کے بعد حضرت نے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھایا تو ساری مسجد رونے سے گونج گئی اور خود حضرت نور اللہ مرقدہ کے اوپر جس کیف وسرور کی حالت دیکھی وہ بیان سے باہر ہے۔ اور اس رات میں شب قدر کی تعیین کے بارے میں حضرت قدس سرہ کی مجلس میں مختلف گفتگو شروع ہوئی راقم الحروف (مولانا عبد الحمید اعظمی) نے پوچھا کہ اہل اللہ کو تو شب قدر کے سارے کوائف کھل جاتے ہیں معلوم نہیں اس رمضان میں کس شب میں تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا میرے خیال میں اس سال شب قدر تیئسویں شب میں تھی۔ تیسویں رمضان چہار شنبہ کو عید کا چاند دیکھنے کے بعد حضرت شیخ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ اس شب میں بھی تہجد کی نماز جماعت سے ہوئی اور حضرت نے اس قدر طویل قیام فرمایا کہ سارے رمضان میں کسی رات میں اتنا طویل قیام تہجد میں نہیں فرمایا ہوگا۔ صبح ٹھیک ساڑھے نو بجے حضرت نے اسی مسجد میں عید کی نماز پڑھائی۔

حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہ کے متعلق آپ بیتی میں بہت مختلف تذکرے گذرے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام اور حضرت رائپوری ثانی نور اللہ مرقدہما کا زمانہ چونکہ اس سیہ کار کو زیادہ ملا اور ان دونوں بزرگوں کی شفقتیں بھی اس سیہ کار پر میری حد تحریر سے تو باہر ہیں اور ابھی تک اس کے دیکھنے والے بھی سیکڑوں نہیں بلکہ

ہزاروں ہیں، اور دونوں اکابر کی سوانح کے وقت میں احباب نے بہت ہی کچھ اصرار کیے مگر اسوقت علمی انہماک اتنا مجھ پر مسلط تھا کہ سوچنے سے بھی کوئی بات یاد نہیں آتی تھی۔ اب علمی کاموں سے بیکاری میں پڑے پڑے اکابر کے واقعات یاد آ آ کر رلاتے رہتے ہیں، اور جدہر بھی نگاہ کرتا ہوں۔

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو زداماں گلہ دارد

میرے مخدوم میرے آقا شیخ الاسلام مولانا مدنی نے تو زبان سے کبھی ارشاد نہیں فرمایا کہ یہ سیہ کار رمضان میں حاضر خدمت ہو، مگر انداز سے میں کئی دفعہ سمجھا کہ حضرت کا مبارک منشا یہ تھا کہ میں حضرت کے ساتھ رمضان گذاروں اور حضرت محسنی منعمی حضرت رائپوری ثانی نے تو اپنی زندگی کے آخری سالوں میں نہ صرف ارشاد بلکہ اصرار بھی فرمایا کہ یہ سیہ کار ماہ مبارک حضرت کی خدمت میں گذارا کرے لیکن حضرت نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ کے وصال تک اس سیہ کار پر **العلم الحجاب الاکبر** کا وہ زور تھا کہ علمی حرج بہت ہی شاق تھا۔ شاید آپ بیتی میں کسی جگہ لکھوا بھی چکا ہوں کی بغیر رمضان بھی حضرت نور اللہ مرقدہ کی اخیر زمانہ میں شفقتیں اس قدر بڑھ گئی تھیں کہ اس سیہ کار کی جدائی بہت شاق تھی۔ یہ ناکارہ ایک آدھ دن قیام کے بعد بخاری شریف کے سبق کے حرج کا عذر کر کے واپسی کی اجازت چاہتا تو حضرت نے کئی دفعہ ارشاد فرمایا جواب یاد آ کر رُلاتا ہے کہ بخاری شریف کا سبق تو پھر پڑھا لو گے مگر ہم کہاں ہونگے۔ حضرت کے ان ہی شفقت آمیز ارشادات اور تعلق کی بنا پر جبکہ شوال ۱۳۸۷ھ میں مرض کی شدت اور ڈاکٹر کی آمد ورفت کی سہولت کیوجہ سے

حضرت قدس سرہ کا بہٹ میں کانگروں والی کوٹھی پر قیام تھا۔ عرصہ تک یہ معمول رہا کہ شام کے دوسرے گھنٹہ میں ابوداؤد شریف کا سبق پڑھا کر دار الحدیث سے سیدھا موٹر اڈہ پر پہونچ جاتا۔ اگر موٹر بالکل تیار ہوتی تو عصر بہٹ اتر کر پڑھتا اور اگر موٹر میں کچھ تاخیر ہوتی تو موٹر اڈہ کی مسجد میں عصر پڑھ کر موٹر میں سوار ہوتا موٹر والے بھی چونکہ روزانہ کی وجہ سے واقف ہو گئے تھے اس لئے وہ بھی دو چار منٹ میرا انتظار کر لیتے اور بہٹ اتر کر نماز پڑھکر کانگروں والی کوٹھی میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اللہ کے لطف وکرم سے تھوڑے ہی عرصہ بعد اللہ نے موٹر والوں کے دلوں میں شفقت ڈالی کہ وہ بہٹ کے قریب جاکر موٹر کو ایسا تیز چلاتے کہ مجھے سیدھے کانگروں کی کوٹھی پر اتار کر وہاں سے واپس آکر بہٹ کے اڈہ پر سواریوں کو اتارتے۔ اسمیں مسلم اور غیر مسلم سکھ ڈرائیور بھی ہوتے تھے۔ اور سواریاں شور بھی مچاتی تھیں کہ ہمیں بہٹ اترنا ہے ہمیں بہٹ اترنا ہے۔ اس وقت تو ڈرائیور گویا سنتے ہی نہیں تھے۔ مجھے اتار کر ان سے کہتے کہ تمہارا دو منٹ میں کیا حرج ہو گیا ان مولانا صاحب کو بہٹ سے ڈیڑھ میل پاؤں آنا پڑتا۔ رات حضرت اقدس کی خدمت میں گذار کر علی الصباح چائے سے جلدی فارغ ہو کر پہلی لاری سے سہارنپور واپس ہو جاتا تھا یہ تو بڑی لمبی داستانیں ہیں جو اب یاد آ کر رلا رہی ہیں۔ اس وقت تو رمضان کا ذکر چل رہا تھا۔ اس ناکارہ کے دو نیم رمضان پہلا ۱۳۴۷ھ کا جبکہ حضرت قدس سرہ نے یہ رمضان سہارنپور میں بہٹ ہاؤس میں کیا۔ زکریا بعد ظہر اپنا سپارہ سنا کر بہٹ ہاؤس میں حاضر ہوتا اور حضرت قدس سرہ کے ساتھ تراویح پڑھکر واپس آتا اس رمضان کے وقائع اور برکات تو بہت ہی ہیں ایک دن کا واقعہ ہمیشہ ہی نظروں میں رہیگا۔ حضرت قدس سرہ کے حجرہ میں ایک کونے میں اس ناکارہ کے

بیٹھنے کی جگہ متعین تھی۔ اور بھائی الطاف کو اللہ بہت ہی جزائے خیر دے اس نے معتکفین کی طرح سے میرے بیٹھنے کی جگہ پردے وردے لگا رکھے تھے بسترہ اور تکیئے وہاں ہر وقت بھائی کی برکت سے لگے رہتے تھے میں چپکے سے جاکر اپنے بسترہ کے قریب کا دروازہ کھول کر اپنے بسترہ پر بیٹھ جاتا۔ عصر کی نماز کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا حضرت کو میری حاضری کی اکثر خبر بھی نہیں ہوتی تھی ایک دن میں حسب معمول پہونچا تو حجرے کے اندر حضرت کوئی دوا نوش فرمار ہے تھے دو تین خادم اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت حجرہ میں انوار کا اسقدر مینہ برس رہا تھا کہ مجھ جیسے بے بصیرت کو بھی یہ محسوس ہو رہا تھا کہ حجرہ میں آفتاب نکل رہا ہے میں دیر تک بلکہ عصر کی نماز تک یہی سوچتا رہا بعضوں کے افطار میں بھی اتنی برکات کا ظہور ہے کہ لاکھوں کے روزے میں ان کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہوتا وہ کیفیت نہ اس سے پہلے کبھی کہیں دیکھی نہ اس کے بعد ابتک بھی جب وہ منظر یاد آجاوے تو لطف آجاتا ہے اور حضرت کا تو اصرار تھا کہ میری حاضری پر اطلاع ہو جایا کرے لیکن میں نے دوستوں کو یہ کہکر منع کر دیا تھا کہ حضرت کی توجہ میں فرق پڑے گا میرے محسن مخلص دوست عزیز الحاج ابوالحسن کے تعلقات کی ابتداء بھی اسی رمضان سے ہے۔ وہ اپنے ابتدائی تعلق کو کبھی کبھی مزہ لے لیکر بہت تفصیل سے سنایا کرتا ہے۔ اور مجھے بھی بہت سی چیزیں خوب یاد ہیں اگر یہاں لکھواؤں تو کم سے کم پانچ سات ورق اس کی نذر ہو جاویں گے جو اکابر کے رمضان سے بے تعلق ہوں گے۔ دل تو میرا بھی چاہتا ہے کہ ان کو کہیں لکھواؤں، کہیں موقع ہوا تو شاید لکھوادوں۔ اس سال حضرت قدس سرہ کی غایت شفقت نے شاہ مسعود کو قرآن سنانے کا حکم فرمایا تھا۔ جو انھوں نے بہت ہی بہتر طریقہ سے بہت ہی ذوق

۱۵ رمضان کو رائپور کی روانگی طے تھی۔ مگر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی خبر آئی کہ وہ ۱۷ رمضان کو آرہے ہیں۔ ان کے انتظار میں بجائے ۱۵ کے ۱۷ کو جانا ہوا۔ اسی دن وہ دہلی سے تشریف لائے اور فوراً ہی ان کی کار میں رائپور حاضری ہو گئی اور افطار حضرت نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں ہوا۔ مولانا یوسف صاحب تو دوسرے دن واپس تشریف لے آئے اور یہ ناکارہ حضرت قدس سرہ کے ساتھ خانقاہ شریف میں عید کی نماز آزاد صاحب کی اقتداء میں پڑھ کر سہارنپور واپس آیا۔ درمیان میں بھی دو دن کے لئے سہارنپور آنا پڑا تھا۔ راستہ میں بہٹ ریڑھی اور مختلف دیہات کے لوگوں کو عید کے کپڑے پہن کر عیدگاہ کی طرف جانے کا منظر بھی خوب یاد ہے اس لئے کہ باغ میں تو نماز اشراق کے وقت ہو گئی تھی اور قصبات میں گیارہ بجے تک ہوتی ہے اس لئے راستہ میں تانگے گھوڑے بیل گاڑیاں ان پر بوڑھے بچے نوجوان زرق برق کی پوشاکیں اور قہقہے کے مناظر بھی خوب دیکھے۔ اس رمضان میں باغ کی مسجد میں تو مولوی فضل الرحمٰن بن مولوی عبدالمنان دہلوی نے قرآن پاک سنایا اور حضرت کے حجرہ شریف کے برابر کے حجرہ میں مولوی عبدالمنان صاحب گوجرانوالہ نے پڑھا۔ جن کی اقتداء میں اس ناکارہ نے بھی آخر رمضان کی تراویح پڑھی اور اپنا قرآن اپنے مکان میں تراویح میں ختم کر چکا تھا۔ اس سال حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کے یہاں ظہر کے بعد کی خلوت کا بہت اہتمام تھا ایک آدھ خادم کے سوا جو اس ضرورت سے کہ نہ معلوم کب اجابت یا پیشاب کی ضرورت ہو جائے حاضری کی اجازت نہیں تھی۔ صبح کو اول وقت نماز پڑھنے کے بعد جانے والوں سے مصافحے ہو کر آرام فرماتے دس بجے اندر ہی کچھ کھانا تناول فرما کر کہ ڈاکٹروں کی طرف سے افطار پر اصرار تھا کئی سال

کی مسلسل علالت نے ضعف بھی زیادہ کر دیا تھا کہ قدمچہ پر بھی بغیر سہارے بیٹھنا مشکل تھا۔ اور چونکہ حضرت کی پاکستان تشریف بری کا کئی ماہ سے شور ہو رہا تھا اس لئے ہجوم بھی بے پناہ تھا کھانے سے فراغ پر تھوڑی دیر کو چارپائی چار آدمی اٹھا کر باہر لاتے مشتاقین کا ہجوم پروانوں کی طرح سے امنڈتا رہتا۔ زکریا کو بار بار چارپائی سے دور رہنے پر ہجوم سے لڑنا پڑتا۔ بیعت کا سلسلہ بھی بہت وسیع تھا۔ ہر مرتبہ باہر تشریف آوری پر سیکڑوں کی مقدار میں باغ میں دور تک لوگ بیٹھ جاتے۔ حافظ عبدالرشید صاحب رائپوری ان سب کو بیعت کراتے۔ شروع میں بسم اللہ حضرت آہستہ آہستہ پڑھتے لمبے چوڑے الفاظ بیعت کے نہیں ہوتے تھے بسم اللہ کے بعد کلمہ طیبہ پڑھایا جاتا۔ پھر گناہوں سے توبہ، نماز کی تاکید، سنت کی اتباع کی تاکید پر بیعت ختم ہو جاتی۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت کی چارپائی مغرب تک باہر رہتی اور کئی سال سے چونکہ عصر سے مغرب تک کی مجلس میں کسی کتاب کے سننے کا مستقل معمول تھا جو ہندو پاک کے اسفار میں بھی مستقل رہتا اس رمضان میں حضرت خواجہ محمد معصوم صاحبؒ کے مکتوبات سنائے جا رہے تھے جو آزاد صاحب سناتے تھے۔ اصل مکتوبات تو فارسی میں ہیں ان کا ترجمہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہی کا جو الفرقان میں چھپے ہوئے تھے سنائے جا رہے تھے مجمع چونکہ بہت کثیر تھا اس لئے متفرق جگہ مسجد میں مدرسہ میں افطار کا اہتمام تھا۔ حضرت کی چارپائی کے قریب مخصوصین کا افطار ہوتا تھا۔ اس کے بعد چھپر ہی میں حضرت اور خصوصی لوگوں کی نماز ہوتی تھی بقیہ سب لوگ مسجد میں۔ نماز سے تقریباً آدھ گھنٹہ بعد مہمانوں کے کھانے کا متفرق جگہ اہتمام ہوتا تھا۔ اس کے بعد چائے کا دور ہوتا تھا۔ اس ناکارہ کا معمول تو ۳۸ھ سے افطار میں کھانا کھانے کا نہیں رہا۔ افطار میں صرف

کھجور اور زمزم کے علاوہ کا معمول نہیں تھا میری ضابطہ کی افطاری بھی عشاء کے بعد ہوتی تھی۔ علی میاں کویت میں رمضان کا چاند شب دوشنبہ میں دیکھ کر چلے تھے۔ حجاز دمشق وغیرہ میں بھی دوشنبہ کو پہلا روزہ ہوا۔ لیکن ہندو پاک میں بلا اختلاف چہار شنبہ کو روزہ ہوا۔ اس سال میری ہمشیرہ کے سبط عزیز سلمان نے حکیم ایوب کی مسجد میں پہلی محراب سنائی۔ مولانا یوسف صاحب ۴ شوال کو بعد مغرب سہارنپور پہنچے اور ۵ شوال کو علی الصباح رائپور حاضری پر راؤ عطاء الرحمٰن نے یہ کہا کہ ایک اہم مشورہ تیرے اوپر موقوف ہے۔ اس میں انکار نہ کیجیو۔ میں نے کہا اتنے یہ نہ معلوم ہو کہ کیا مشورہ ہے میں وعدہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ بات تو حضرت خود ہی بتائیں گے مگر تو خلاف نہ کیجیے۔ میں نے کہا اسوقت تک کوئی وعدہ نہیں جب تک بات معلوم نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے حافظ عبدالعزیز صاحب کو حضرت کے بعد مستقل یہاں قیام پر راضی کر لیا ہے مگر حضرت نے تیرے مشورے پر موقوف رکھا ہے۔ میں نے کہا ضرور موافقت کروں گا میری تو عین تمنا ہے۔ فوراً حضرت قدس سرہ کے یہاں سے طلبی ہوئی۔ یہ ناکارہ اور حضرت قدس سرہ اور راؤ عطاء الرحمٰن تین آدمی تھے دیر تک اسی پر گفتگو رہی وہ تو بڑی طویل ہے اور چونکہ بعض حضرات کو اس گفتگو کی تصدیق میں بھی انکار ہے اور مجھے بھی اس پر اصرار نہیں کہ میں خواہ مخواہ ان راز ہائے بستہ کا افشاء کروں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حافظ صاحب اوپر سے بلائے گئے۔ میں نے حضرت حافظ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارشاد ہے اور میری تو عین تمنا ہے۔ مگر آپ کے ساتھ مشاغل اتنے لگ گئے ہیں کہ ان کا چھوڑنا بظاہر دشوار ہے۔ حضرت حافظ صاحب پر اس وقت بہت ہی اثر تھا، حافظ صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں کے حکم کے بعد

مجھے کیا انکار ہو سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ غور کر لیجئے۔ حضرت حافظ صاحب سے موثق مواعید کے بعد ان کے اور راؤ عطاء الرحمٰن کے جانے کے بعد میں نے حضرت نور اللہ مرقدہ سے استفسار کیا کہ کھانے پر اس کا اعلان کر دوں۔ حضرت نے اجازت فرما دی۔ باہر دستر خوان بچھ چکا تھا میں نے باہر آ کر دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلے اکابر حضرات رائپور کو جمع کیا جو کھانے کے انتظام میں لگ رہے تھے اور ان کو مبارک باد دی کہ حضرت حافظ صاحب نے مستقل یہاں قیام کا وعدہ فرما لیا ہے اللہ تعالیٰ تم سب کو مبارک کرے اور حضرت حافظ صاحب کو بھی خانقاہ کی برکات سے مالا مال فرمائے۔ اس کے بعد کھانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرات دہلی تو بعد ظہر رائپور سے چل کر گھانہ متصل بہٹ کے اجتماع میں تشریف لے گئے اور جمعرات کی صبح کو علی الصباح کار زکریا کو لینے رائپور گئی زکریا ۸ بجے رائپور سے چل کر ۹ بجے گھانہ پہنچا۔ اور گھانہ کی اختتامی دعا میں حضرت مولانا یوسف صاحب کی دعا الوداعی مصافحہ میں شرکت کی اس کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب ۱۲ بجے وہاں سے چل کر سہارنپور تھوڑی دیر ٹھہر کر تین بجے دہلی روانہ ہو گئے۔ چونکہ حضرت نور اللہ مرقدہ کا پاکستان کا سفر طے شدہ تھا۔ اس لئے زکریا کو بار بار رائپور حاضری کی نوبت آتی تھی اسلئے ۱۱ شوال کی شام کو دوبارہ رائپور حاضری ہوئی اور ۱۶ شوال کی شام کو مولانا یوسف صاحب بھی اسی خبر پر دہلی سے سہارنپور آئے اور جب معلوم ہوا کہ زکریا نہیں ہے اسی وقت رائپور روانہ ہو گئے۔ اور ۱۰ بجے رات کو رائپور پہنچے اور حضرت قدس سرہ کے التواء سفر کی وجہ سے ۱۵ شوال یکشنبہ کی صبح کو مع زکریا رائپور سے واپس آئے۔ قصہ تو اکابر کے رمضان کا تھا بات پر بات یاد آتی چلی جاتی ہے۔ علی میاں حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کی سوانح میں

بعنوان ''رائے پور کا رمضان'' تحریر فرماتے ہیں ''رمضان المبارک میں خاص بہار ہوتی لوگ بہت پہلے سے اس کے منتظر ہوتے اور تیاریاں کرتے ملازمین چھٹیاں لیکر آتے مدارس دینیہ کے اساتذہ اس موقع کو غنیمت جان کر اہتمام سے آتے علماء وحفاظ کی خاصی تعداد جمع ہو جاتی۔ تقسیم سے پہلے مشرقی پنجاب کے اہل تعلق وخدام اور وہاں کے مدارس کے علماء کی تعداد غالب ہوتی، اہل رائپور اور اطراف کے اہل تعلق اولوالعزمی اور عالی ہمتی سے مہمانوں اور مقیمین خانقاہ کے افطار طعام اور سحر کا انتظام کرتے۔ رمضان المبارک میں اپنے شیخ کی اتباع میں مجلسیں سب ختم ہو جاتیں باتوں کے لئے کوئی خاص وقت نہ تھا ڈاک بھی بند رہتی تخلیہ نماز کے وقت کے علاوہ تقریباً ۲۴ گھنٹے رہتا۔ کسی ایسے شخص کے آنے سے گرانی ہوتی جس کے لئے وقت صرف کرنا پڑتا۔ افطار علالت سے پیشتر مجمع کے ساتھ ہوتا جس میں کھجور اور زمزم کا خاص اہتمام ہوتا۔ مغرب کے متصل کھانا علالت سے پہلے مجمع کے ساتھ اسکے بعد چائے۔ عشاء کی اذان تک یہی وقت چوبیس گھنٹے میں مجلس کا تھا۔ اذان کے بعد نماز کی تیاری اسی درمیان میں حضرات علماء جن کا مجمع اگلی صف میں ہوتا بعض اہم اہم سوالات کرتے اور حضرت ان کا جواب دیتے۔ عشاء کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ کبھی نشست اور کبھی لیٹ جاتے خدام بدن دبانا شروع کرتے۔ مسجد وخانقاہ میں تراویح ہوتی۔ مسجد میں بھی قرآن مجید ہوتا اور خانقاہ میں بھی۔ یوں تو حفاظ کی کثرت ہوتی مگر حضرت اچھے پڑھنے والے بہتر حافظ کو پسند کرتے۔ حضرت نے ایک سال ۷۲ ۱۳ھ مطابق ۱۹۵۳ء منصوری پر رمضان المبارک کیا، ۵۰۔۶۰ خدام تھے۔ مولوی عبدالمنان صاحب نے قرآن مجید سنایا۔ تراویح کے بعد حضرت کے تشریف رکھنے اور مجلس کا معمول تھا۔ طبیعت میں بڑی شگفتگی اور

انبساط تھا۔ متعدد حضرات رات بھر بیدار اور مشغول رہتے۔ غرض دن اور رات ایک کیف محسوس ہوتا تھا۔ ضعفاء اور کم ہمت بھی سمجھتے تھے کہ ع ''میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے'' ایک حاضر خدمت خادم نے جس کو آخری عشرہ گذارنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی اور جو اپنی صحت کی کمزوری اور ہمت کی پستی کی وجہ سے مجاہدات سے قاصر رہا اپنے ایک دوست کو ایک خط میں لکھا تھا

دکان مے فروش پہ سالک پڑا رہا
اچھا گذر گیا رمضاں بادہ خوار کا　(سوانح قادری)

علی میاں بھی اس رمضان میں ١٦ رمضان شنبہ کو لکھنؤ سے آکر سیدھے منصوری تشریف لے گئے اور عید کے بعد تشریف لائے۔ علی میاں دوسری جگہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کے آخری رمضان کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں۔

آخری رمضان اور آخری سفر پاکستان رمضان ١٣٨١ھ فروری ١٩٦٢ء رائے پور میں ہوا۔ اس سے پہلے حضرت کے شدید اصرار پر شیخ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر رائے پور تشریف لیجاتے اور دوشنبہ کو واپسی ہوتی رمضان میں چونکہ ہر ہفتہ آنا جانا مشکل تھا اس لئے یہ قرار پایا کہ نصف رمضان یہاں ہو اور نصف رمضان رائے پور میں، ١٧ رمضان ١٣٨١ھ کو حضرت شیخ الحدیث رائپور تشریف لے آئے۔ قرآن مجید مولوی عبدالمنان صاحب

[illegible]

سے لے کر مغرب سے کچھ پیشتر تک کتاب پڑھنے کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات (مطبوعہ الفرقان) ہو رہے تھے مہمانوں کا ہجوم تھا مجمع برابر بڑھ رہا تھا۔ عید کی نماز حضرت نے مسجد میں آزاد صاحب کی اقتداء میں ادا فرمائی۔ نماز کے بعد جب حضرت کو کرسی پر بٹھا کر شیخ کے مزار پر لے گئے تو عجیب منظر تھا۔ زبان حال کہہ رہی تھی "انتم لنا سلف ونحن لکم خلف وانا ان شاء الله بکم لاحقون"۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ سے یہ فکر تھی کہ خانقاہ اور مدرسہ کا سلسلہ میرے بعد بھی جاری رہے اس لئے کئی بار مشورے بھی ہوئے۔ اور مختلف تجویزیں مختلف اوقات میں سامنے بھی آئیں۔ لیکن کوئی تجویز اطمینان بخش طریقے پر نہیں چل سکی اسی سلسلہ میں آخری رمضان سے پیشتر مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب کو پاکستان سے بلایا گیا مولانا اوپر کی منزل میں تشریف رکھتے تھے۔ اور حسب معمول رمضان کے اشغال میں عالی ہمتی سے مشغول تھے۔ رائپور کی اس خانقاہ کو آباد رکھنے کیلئے کسی موزوں شخصیت کے انتخاب وتعیین کی ضرورت تھی۔ مولانا عبدالعزیز صاحب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کے حقیقی نواسہ اور اسی خاندان والا شان کے چشم چراغ ہیں۔ عالم صالح متشرع اور ذاکر شاغل ہیں۔ حضرت ہی سے بیعت واجازت ہے اور حضرت ہی کے دامن عاطفت میں تربیت پائی ہے۔ حضرت حافظ صاحب کی ۱۹۰۵ء میں ولادت ہوئی اور اعلیٰ حضرت رائپوری کی حیات میں قرآن پاک حفظ کرلیا اور محراب بھی رائپور میں سنائی تھی اول سے آخر تک مظاہر علوم میں تعلیم پائی ۱۳۴۳ھ میں دورہ حدیث میں شریک ہوئے ۱۹۴۷ء کے پرآشوب زمانہ میں ہمت وعزیمت کے ساتھ مشرقی پنجاب میں حالات کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی تقویت

کا ذریعہ بنے۔ پھر جب اس علاقہ کا سرکاری طور پر انخلاء ہوا تو اپنے پورے قافلہ کے ساتھ عزت و ہمت کے ساتھ پاکستان تشریف لے گئے۔ اور شہر سرگودھا میں اقامت اختیار کی اطال اللہ بقاءہ...... اہل رائپور اور قرب و جوار کے مسلمان ان سے خوب واقف اور مانوس بھی ہیں۔ اور وہ اپنے خاندانی تعلق قرابت قریبہ اور وجاہت سے اس شیرازہ کو مجتمع و مربوط رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ حضرتؒ نے ان کو رائپور میں قیام کے لئے تجویز فرمایا۔ اور رمضان کے بعد شوال ۱۳۸۱ھ کا پہلا ہفتہ تھا حضرتؒ کے ارشاد سے حضرت شیخ الحدیث نے جو تشریف رکھتے تھے متعلقین خانقاہ کے ایک مجمع میں اعلان فرمایا کہ حضرت نے حافظ صاحب کو یہاں قیام کے لئے تجویز فرمایا ہے اور حافظ صاحب نے اس کو قبول بھی فرمالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ ہمیں تو بڑا فکر ہو رہا تھا کہ یہاں یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ اللہ کا شکر ہے اور امید ہے کہ یہ جگہ آباد اور یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ (سوانح حضرت رائپوری)

علی میاں دوسری جگہ لکھتے ہیں "پاکستان کے زمانہ قیام میں رمضان بھی پڑ جاتے پاکستان کے خدام و مخلصین کی کوشش و تمنا ہوتی کہ رمضان یہیں گذرے تا کہ رمضان کی رونق و برکت دوبالا ہو۔ رمضان گرمیوں میں پڑ رہے تھے ۱۳۷۱ھ میں کوہ مری صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر رمضان ہوا۔ ۱۳۷۳ھ جناب محمد شفیع قریشی صاحب اور ملک محمد دین صاحب کی مخلصانہ دعوت و درخواست پر گھوڑا گلی (کوہ مری) میں رمضان ہوا۔ سو سے اوپر مہمان تھے۔ دونوں صاحبوں نے بڑے ذوق و شوق اور اہتمام کے ساتھ رمضان کے مہمانوں کی ضیافت و میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ اگلے سال ۱۳۷۴ھ میں پھر یہیں (گھوڑا گلی میں) رمضان ہوا۔ دوسرے سال ۱۳۷۵ھ لائل پور میں رمضان ہوا۔ مہمانوں کا مجمع دو سو

تک پہنچ جاتا تھا۔ ۶۷ھ میں لاہور میں رمضان ہوا چوہدری عبدالحمید صاحب مرحوم (کمشنر بحالیات) نے ضیافت و میزبانی میں خاص حصہ لیا ۸۷ھ میں پھر لائلپور میں رمضان ہوا۔ اس کے بعد پھر پاکستان میں رمضان شریف گذارنے کی نوبت نہیں آئی۔ زندگی کے دونوں آخری رمضان ۸۱۔۱۳۸۰ھ رائپور میں گذرے (سوانح حضرت رائپوری)

یہ اوپر گذر چکا کہ ۷۲ھ کا رمضان حضرت نے منصوری پر گذارا تھا ۷۷ھ علی میاں کی تحریر میں چھوٹ گیا یہ رمضان بھی حضرت کا لاہور میں صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر گذرا۔ علی میاں نے سوانح میں رمضان ۸۷ھ لائلپور کا لکھا ہے نقل تو وہ میرے ہی روزنامچہ سے ہے۔ لیکن اس میں میرے کاتب سے یا کاپی کے کاتب سے ہندسہ میں غلطی ہوئی۔ یہ رمضان سہارنپور میں بہٹ ہاؤس میں ہوا اور ۷۹ھ لائلپور میں ہوا۔

میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کا کوئی نظام ماہ مبارک کا نہیں تھا متفرق احوال آپ بیتی کے متفرق مواقع پر لکھوا چکا ہوں، گنگوہ کے قیام میں یعنی ۱۳۲۸ھ تک مجھے والد صاحب کا کوئی سفر رمضان کا یاد نہیں یہ بھی پہلے لکھوا چکا ہوں کہ حضرت امام ربانی قطب عالم گنگوہی کی حیات کے آخری رمضان میں یعنی ۱۳۲۲ھ کے رمضان میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ارشاد پر میرے والد صاحب نے تراویح سنائی تھی تراویح میں قرآن پاک پڑھا تھا جس کے متعلق وہ فرمایا کرتے تھے کہ سات سال کی عمر کے بعد اس مرتبہ ۲۹ شعبان کو حضرت قطب عالم کے خوف میں پہلے دن سوا پارہ قرآن مجید دیکھ کر پڑھا تھا۔ پہلے دن کے بعد رعب جاتا رہا پھر نوبت نہ آئی۔ یہ تو میں بار بار لکھوا چکا ہوں کہ میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے

یہاں قرآن پاک حفظ پڑھنے کا اتنا زور تھا کہ وہ کتب خانہ کا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ کتابوں کا نکالنا پیکٹ کا باندھنا چٹوں کا لکھنا وغیرہ وغیرہ سب وقت میں قرآن پاک کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ اسکی تفصیل تو حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ سہارنپور کے دوران قیام میں پورا رمضان سہارنپور میں گذارنا بجز ایک رمضان کے مجھے یاد نہیں ۳۲ھ میں جبکہ دارالطلبہ قدیم کی مسجد تیار ہوگئی۔ میرے حضرت نوراللہ مرقدہ کے ارشاد سے اس مسجد میں پہلی محراب رمضان ۳۲ھ میں میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ نے سنائی تھی۔ سہارنپور کے معمولات یہ تھے کہ میرے والد صاحب کا قیام مدرسہ کے اسباق کے علاوہ اوقات میں موچیوں کی مسجد، متصل مکان حکیم یعقوب صاحب میں زیادہ رہا کرتا تھا وہیں افطار فرمایا کرتے تھے۔ جس میں کسی خاص چیز کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ کھجور زم زم اگر ہوتی تو مقدم ہوتی تھی ورنہ جو بھی ہو حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کے یہاں کھجور اور زم زم کا بہت اہتمام تھا۔ دوران سال میں جو حجاج کھجور زمزم لاتے اس کو بہت اہتمام سے ڈبوں اور بوتلوں میں رکھوا دیتے اس زمانہ میں کھجور وزمزم کی یہ فراوانی نہیں تھی جو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اسباب سفر کی سہولت کی وجہ سے اس زمانہ میں عطا فرما رکھی ہے۔ میرے والد صاحب مغرب کی نماز کے بعد مختصر نفلیں پڑھ کر مکان تشریف لاتے اور بہت مختصر کھانا تنہا یا ایک آدھ رفیق کے ساتھ کھاتے اس لئے کہ رمضان میں اجتماعی کھانے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ کھانے سے فراغ پر چارپائی پر لیٹ رہتے اور آہستہ آہستہ تراویح کا پارہ پڑھا کرتے تھے دن میں اپنے مسلسل قرآن پاک دوسرے ہوتے رہتے تھے۔

تراویح کا پارہ پڑھنا میں نے اسی وقت دیکھا تراویح سے فراغ پر جس کے متعلق میں پہلے لکھوا چکا ہوں کہ اس کے لئے کوئی خاص محل متعین نہیں تھا۔ تشریف لا کر تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ نیند کی کمی کی والد صاحب کو بھی ہمیشہ شکایت رہی جب نیند نہ آتی یا آنکھ کھل جاتی تو تلاوت فرمایا کرتے بالکل آخری وقت میں سحر نوش فرماتے۔ جس میں کسی چیز کی کوئی پابندی نہیں تھی دودھ یا چائے یا کوئی شی متعین نہ تھی جو گھر میں پک جائے البتہ اس زمانے تک؟ چونکہ ہمارے یہاں سحری میں چپڑی ہوئی روٹی اور کوفتہ کا اہتمام سارے خاندان میں تھا وہ اکثر ہوتا تھا یاد نہیں آپ بیتی میں کہیں لکھا جا چکا یا نہیں کہ کاندھلہ میں ہمارا جدی خاندانی معمول یہ تھا جس کا بڑوں کے زمانہ میں بہت اہتمام ہوتا تھا کہ عصر کے وقت ایک پلاؤ کی دیگ پکتی تھی اور جو قبیل الغروب تیار ہوتی تھی تیاری کے بعد حسب ضرورت دیگچوں میں گھروں میں چلی جاتی تھی۔ اور بقیہ مسجد کے قریب جو جدی گھر ہے اس کے چبوترے پر رکھی جاتی تھی اور وہیں کھلے میدان میں خاندان کے اکابر افطار کرتے۔ اور جو راستہ چلتا سڑک پر کو گذرتا اس کو اصرار سے بلا کر افطار میں شریک کرتے۔ افطاریوں کا بالکل دستور نہیں تھا۔ اور شکم سیر ہو کر پلاؤ کھا کر مغرب کی نماز متصل مسجد میں کھڑی ہوتی اور حسب توفیق مغرب سے عشاء کے قریب تک یہ سب حضرات اپنی اپنی نوافل میں مشغول رہتے۔
آپ بیتی میں یہ بھی کہیں گذر چکا کہ ان اجداد اکابر کے زمانے میں مسجد کی دو صفوں میں ایک موذن کے سوا جو اپنے بچپن میں کہیں دور سے بھاگ آیا تھا اور لاوارثی تھا بھیک مانگتا پھر رہا تھا اس کو ان اکابر نے سمجھا کر کہ بھیک مانگنے سے اچھا ہے کہ تو ہماری مسجد میں پڑ جا۔ موذنی کیا کر فراشی کیا کر دونوں وقت کا کھانا اور تیرے کپڑوں وغیرہ کا انتظام ہو

جائے گا۔ اس کو رکھ لیا تھا اور وہ مرحوم آخری عمر تقریباً اسی سال کی تھی تک وہیں موذن رہا اس کو خطاب کر کے فرمایا کرتے تھے ارے ملا تو نے ڈبو رکھا ہے ورنہ اس مسجد کے نمازیوں میں کوئی غیر حافظ نہیں۔ عشاء کے قریب تک یہ حضرات نوافل و اوراد میں مشغول رہتے عشاء کے قریب اپنے اپنے گھروں جو سب مسجد کے قرب و جوار میں تھے ضروریات وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر مسجد میں مجتمع ہو جاتے عشاء کی نماز سب مسجد میں پڑھتے اس کے بعد نوجوان پارٹی اپنے اپنے گھروں میں منتقل ہو جاتی اور سحر تک نوافل کا زور رہتا۔ کیونکہ اس پر شدت تھی کہ نوافل کے مقتدیوں میں تین سے زیادہ نہ ہوں اس لئے مستورات بدلتی رہتیں اور حافظ بھی بدلتے رہتے چار رکعت فلاں فلاں رشتہ داروں کو ایک جگہ اور فلاں فلاں کو دوسری جگہ سحر تک یہی سلسلہ رہتا سحر پر سب بڑے اور چھوٹے مرد اور عورت اپنے اپنے ٹھکانوں پر مجتمع ہو جاتے اور اجتماعی طور پر سحری کھایا کرتے۔ سحر میں جیسا اوپر لکھا گیا چپڑی ہوئی روٹی اور کوفتہ تو ضروری تھا اور تیسرا جز میٹھی چوری (ملیدہ) کا خاص اہتمام تھا۔ اور یہ مشہور تھا کہ چونکہ دیر ہضم ہوتی ہے تو رمضان میں بھوک نہیں لگتی۔ اذان کے بعد اول وقت صبح کی نماز ہوتی اور پھر سب گہری نیند سوتے اور حسب توفیق جلدی یا بدیر اٹھ کر قبیل الافطار تک بالنظر تلاوت میں مشغول رہتے کوئی مسلسل پڑھتا کوئی سنانیکا سپارہ پڑھتا۔ میں فضائل رمضان میں متعدد جگہ اور فضائل قرآن میں بھی لکھوا چکا ہوں کہ ہمارے گھر کی مستورات میں میری بچیاں اللہ ان کو مزید قوت و ہمت عطا فرمائے کھانے پینے کے مشاغل اور بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ کہ ماشاء اللہ ایک ایک کے کئی کئی بچے ہیں ماہ مبارک کی راتوں کا حصہ مختلف حافظوں سے سننے میں گذارتی ہیں اور دن میں ۱۴۔۱۵ پارے روزانہ پڑھنا

تو اقل درجہ ہے اس پر تنافس اور مقابلہ ہوتا ہے کہ کس کے پارے زیادہ ہوئے۔ یہ بھی کہیں لکھوا چکا ہوں کہ میری دادی صاحبہ نور اللہ مرقدہا حافظ تھیں اس لئے ایک منزل روزانہ تھی بشوق کا توان کا مستقل معمول تھا۔ اور ماہ مبارک میں چالیس پارے یعنی ایک پورا قرآن کر کے دس پارے مزید روزانہ پڑھنا تو ہمیشہ کا معمول تھا اور اس کے علاوہ بیسیوں تسبیحیں مختلف کئی کئی سو کی دائمی مشغلہ تھا۔ جن کی تعداد ۱۷ ہزار کے قریب ہوتی ہے جس کی تفصیل تذکرۃ الخلیل میں ہے۔ اور میرے والد صاحب کی نانی صاحبہ کا قصہ بھی اسی رسالہ میں گذر چکا ہے کہ انہوں نے پورا قرآن شریف ایک رکعت میں اپنے صاحبزادے مولوی روف الحسن مرحوم سے سنا۔ اللہ کا بڑا ہی احسان ہے کہ مستورات میں رمضان مبارک میں قرآن پاک کا زور اب تک باقی ہے۔ ان بیچاریوں کو رات دن میں سونے کا وقت بہت ہی کم ملتا ہے۔ رات کا حصہ تو یہ اپنی تلاوت اور قرآن شریف سننے میں خرچ کرتی ہیں جب بچے سوتے رہتے ہیں اور دن میں جب یہ سونا چاہتی ہیں تو ایک بچہ ادھر سے آ کر نوچنے لگتا ہے دوسری بچی ادھر سے ٹیں ٹیں کرنے لگتی ہے۔ مجھے تو بعض مرتبہ بڑا ہی ترس آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی قبول فرمائے۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کا معمول مشائخ کاندھلہ میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں تمام رات عبادت میں گذارتے اور ایک لحہ کے لئے نہ سوتے تھے اور نہ بستر پر لیٹتے تھے۔ روز حشر کے خوف سے ہر وقت آنسو آنکھوں سے جاری رہتے تھے (مشائخ کاندھلہ) یہ تو تبعاً آ گیا۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا اصل ذوق تو اول وقت نماز پڑھنے کا تھا۔ لیکن سہارنپور کی جملہ مساجد میں اس وقت اسفار ہی میں نماز ہوتی اس لئے وہ بھی اسفار ہی میں پڑھتے تھے۔ البتہ حضرت قدس سرہ

کے دور میں گیارہ مہینے تو اسفار کامل میں ہوتی تھی ماہ مبارک میں معمول سے دس پندرہ منٹ قبل۔ میرے والد صاحبؒ کا معمول بھی صبح کی نماز پڑھ کر آرام کا تھا۔ اور دو تین گھنٹے سونے کے بعد اٹھ کر اپنے مشاغل علمیہ میں لگ جاتے۔ بعض طلبہ کو رمضان میں خصوصی اسباق بھی پڑھایا کرتے جو مدرسے میں مقیم ہوتے اور والد صاحب سے مانوس ہوتے افطار تک کا یہی معمول تھا۔ دن میں قرآن پاک کے سنانے یا دور کرنے کا معمول نہیں تھا۔ البتہ دن کے اوقات میں جو تھوڑا بہت وقت فارغ ملتا اس میں بالجہر پڑھنے کا معمول تھا۔ یہ بھی کہیں گذر چکا کہ گنگوہ میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے دور میں مغرب کی اذان خود کہنے کا بڑا معمول تھا اس میں جہوری الصوت اور نہایت طویل اذان کا معمول تھا وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس وجہ سے اہتمام کرتا تھا کہ اطمینان سے لوگ اپنے اپنے گھروں سے فارغ ہو کر آجائیں دور تک اذان کی آواز پہنچتی رہے۔ میری اذان کے درمیان میں بہت اطمینان سے آدمی افطار سے فارغ ہو سکتا ہے۔ اور اذان کے بعد اپنے گھر سے چلے تو حضرت قطب عالم امام ربانی قدس سرہ کی تکبیر اولیٰ میں شریک ہو سکتا ہے۔ حضرت قطب عالم قدس سرہ کے یہاں نصف النہار سے گھڑیوں کے ملانے کا بہت اہتمام تھا۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ میں غروب آفتاب سے ایک دو منٹ پہلے خانقاہ کی چھت پر چلا جایا کرتا تھا۔ خودرو گھاس کے دو چار پتے توڑ کر ان کو چبا کر ان سے افطار کر کے اذان شروع کر دیتا تھا اور بہت ہی لمبی اور اطمینان سے اذان کہا کرتا تھا۔ میرٹھ اور نواب والی مسجد دہلی اور قصبہ بہٹ کے رمضان کے قصے پہلے گذر چکے۔ مشائخ کاندھلہ میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا معمول تھا کہ ہر رمضان المبارک میں اپنی والدہ صاحبہ اور نانی

صاحب کو قرآن شریف سنانے کے لئے کاندھلہ تشریف لاتے اور ہمیشہ تین شب میں پورا قرآن شریف سنا کر واپس تشریف لے جاتے۔ جس سال ذی قعدہ میں آپ کا وصال ہوا اس رمضان میں ایک ہی شب میں پورا قرآن مجید سنایا اور اگلے ہی دن واپس تشریف لے گئے۔ (مشائخ کاندھلہ) میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مختلف طور پر آپ بیتی میں وقتاً فوقتاً لکھواتا رہا ہوں اس وقت تو ذہن میں نہیں اور اس رسالہ کے شروع میں بھی حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ذیل میں کچھ واقعات لکھوا چکا ہوں اس وقت تو جو واقعات یاد آئے ان کی طرف اشارہ کر دیا یہ بھی میں کسی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ اخیر شب میں جہر سے قرآن پاک پڑھنے کی ان کی عادت بہت تھی نماز میں بھی اور بغیر نماز کے بھی۔ بسا اوقات رات کو میرے گہری نیند سے سوتے ہوئے جاگتا بھی ان کے رونے کی آواز سے ہوا کرتا تھا۔ میں نے اپنے اکابر میں بکاء فی اللیل دو کو دیکھا، ایک حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ ایک اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو۔ میں نے آپ بیتی میں کسی جگہ لکھوایا کہ ایک زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے قرب وجوار نواح سہارنپور کے جو سفر ہوتے تھے ان میں یہ ناکارہ تقریباً ہر سفر میں ساتھ ہوتا تھا اس لئے کہ حضرت قدس سرہ کا طوفانی سفر ہوتا تھا کہ شام ۴ بجے یہاں تشریف لائے اپنی کار میں مجھے بٹھایا رڑھی کے جلسے میں یا دھلاپڑہ تشریف لے گئے۔ رات یا صبح میں مجھے گھر چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کی ہمرکابی میں ایک مرتبہ آبھہ جانا ہوا۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ اسکی چارپائی میری کوٹھری میں ہوگی۔ حضرت کے کئی خدام ساتھ تھے۔ سردی کا موسم تھا ان سب کی چارپائیاں دوسری کوٹھری میں تھیں۔ آبھہ کے بڑوں کا تعلق چونکہ حضرات شیخین

گنگوہی اور نانوتوی سے ان کے بعد مشائخ اربعہ سہارنپوری، دیوبندی، رائپوری، تھانوی سب ہی سے تھا۔ اس لئے وہ لوگ جری بہت تھے۔ حضرت شیخ الاسلام سے ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ کیا بات ان کی چارپائی تو یہاں ہو اور سارے خادموں کی دوسری جگہ قبل اس کے کہ حضرت کوئی جواب دیں میں جلدی سے بولا کہ میں بتاؤں کہ تم لوگوں کے پاس ہونے سے حضرت کا حرج ہوگا۔ میرے متعلق حضرت کا خیال ہے کہ ایک بکری دروازہ پر بندھ رہی ہے۔ ایک بکرا اندر پڑا ہوا ہے"۔ واقعہ یہی تھا کہ حضرت شیخ الاسلام، حضرت رائپوری ثانی، میرے چچا جان، حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہم ان سب حضرات کے یہاں جب حاضری ہوتی تو ان سب کا ارشاد وامر یہ تھا کہ میری چارپائی ان کے قریب ہو والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے قریب تو ہمیشہ سونا ہوتا ہی تھا میں نے رات کو بلبلا کر روتے ہوئے اور ہچکیاں مار کر روتے ہوئے جیسا کوئی بچہ مکتب میں پٹ رہا ہو حضرت شیخ الاسلام اور اپنے والد ہی کو دیکھا۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ تو روتے ہوئے ہندی کے دوہے بھی بہت پڑھا کرتے تھے سنا یہ ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں بھی ظہر کے بعد جب کواڑ بند ہو جاتے تھے بعض اوقات گریہ اور ہچکیوں کی آواز سہ دری تک آتی تھی میرے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات بھی آپ بیتی میں بھی بے محل گذرتے رہے اسوقت تو خاص رمضان میری نگاہ میں ہے۔ میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ کا معمول کاندھلہ کی خاندانی روایات کے مطابق جیسا کہ اوپر گذرا یہ تھا کہ افطار کے وقت جو کچھ کھانا ہوتا تھا اسی وقت اپنا کھا لیتے تھے۔ چائے کا اہتمام چچا جان کے دور میں نہیں تھا۔ بہت ہی مختصر کھانا ہوتا تھا وہ کھانا عشاء ایک نہیں تھا فعنۃ یہ فقرہ ابوداؤد شریف

کی حدیث کا یاد آ گیا۔ ابوداؤد شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جب عشاء کی نماز کا وقت ہو جائے اور شام کا کھانا آ جائے تو پہلے کھانا کھا لے۔ حدیث پاک کا مطلب اور اس کے متعلقات تو شروح حدیث سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں تو دفعۃً مجھے یہ فقرہ یاد آ گیا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے اور گویا تعجب اس پر تھا کہ جب کھانے میں مشغول ہو گا تو جماعت وغیرہ تو سب فوت ہو جائیگی۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے کہا ویحك ما کان عشاء هم اتراه کان مثل عشاء ابیك جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ارے تیرا ناس ہو ان کا کھانا ہی کیا تھا کیا تیرا گمان یہ ہے کہ تیرے باوا جیسے کھانا تھا۔ یعنی ان کے لمبے چوڑے دستر خوان نہیں ہوتے تھے۔ جیسے تیرے باوا کے یہاں ہوں دو چار کھجوریں یا ایک آدھ پیالہ ستو کا۔ فقط یہی دستر خوان میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ کا تھا۔ ایک آدھ روٹی اسوقت کھانے کا معمول تھا بہر حال افطار کے بعد مغرب کی نماز پڑھاتے۔ مغرب کے بعد کی طویل نفلوں کا معمول تو انکا بچپن سے تھا۔ لیکن ماہ مبارک میں وہ عشاء کی اذان کے قریب ختم ہوتی تھیں۔ نفلوں کے بعد مسجد ہی میں تھوڑی دیر کو لیٹ جاتے۔ خدام کچھ بدن دبا دیتے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ لیٹنے کے بعد عشاء کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ خود ہی تراویح پڑھاتے تھے۔ تراویح پڑھانے کے بعد فوراً لیٹ جاتے اسوقت کسی مجلس یا بات کرنیکا معمول نہیں تھا۔ بہت دفعہ مجھ سے یہ فرمایا کہ وتروں کا سلام پھیرنے کے بعد تکیہ پر سر رکھنے سے پہلے میں سو جاتا ہوں۔ البتہ جب یہ سیہ کار ماہ مبارک میں حاضر ہوتا اور مجھ حریص واکال کے یہاں ماہ مبارک میں تراویح کے بعد میری افطاری کا وقت

ہوتا جس میں پھلکیاں وغیرہ تو لازمی تھیں اور بھی احباب وغیرہ کچھ پھل وغیرہ لے آتے تو ان سب کا وقت وہی تھا۔ اس زمانہ میں تھوڑی دیر کے لئے چچا جان ضرور شرکت فرماتے مگر میں انکو اصرار سے اٹھا دیا کرتا تھا۔ اور وہ میرے اصرار کے باوجود پندرہ بیس منٹ اکثر لگا ہی دیتے۔ بارہ بجے اٹھنے کا معمول تھا۔ اسوقت خدام میں سے کوئی شخص دو بیضے ابلے ہوئے گرم گرم پیش کرتا۔ اس لئے کہ اٹھنے کے بعد اتنے وہ پیشاب وضو کرتے اتنی دیر میں وہ ابل جاتے تھے۔ وہ دو بیضے نوش فرما کر پھر تہجد کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور سحر کے آخری وقت میں سلام پھیر کر سحری نوش فرماتے۔ ایسے وقت میں نے اکثر اوقات خود بھی دیکھا کہ انکے داہنے ہاتھ میں لقمہ ہوتا ایک شخص سے کہتے کہ پانی لا اور دوسرے سے فرماتے اذان کہو اتنے مؤذن چھت پر پہنچتا اتنے وہ اپنے لقمہ اور پانی سے فارغ ہو جاتے اور معاً اذان شروع ہو جاتی۔ اور گولر کا قصہ تو میں غالباً کئی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ میرے اور انکے ایک عزیز جو دہلی میں امام تھے وہ یہ سمجھکر کہ بھائی جان ساری دہلی کے پیر ہیں رمضان میں بہت فتوحات آتی ہوں گی ایک رات گذارنے کو وہاں گئے۔ افطار کے وقت چچا جان نے پوچھا لاؤ بھائی کچھ کھانے کو ہے۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت وہی رات کے گولر رکھے ہوئے ہیں۔ فرمایا واہ واہ لاؤ۔ وہی افطار تھا وہی مغرب کے بعد کا کھانا تھا۔ اور پھر سحر کے وقت بھی انہوں نے دریافت کیا کچھ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہی گولر ہیں۔ چار پانچ گولر نوش فرما کر سحر ہوگئی پورا قصہ آپ بیتی میں گذر گیا اذان کے بعد اول وقت نماز پڑھاتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد کی تقریر کا دستور رمضان میں چچا جان کے یہاں نہیں تھا۔ اس کی ابتداء عزیز مولوی یوسف مرحوم نے کی وہ نماز کے بعد اپنے مصلے ہی پر اشراق تک اوراد و

وظائف میں مشغول رہتے اور سارے خدام نماز پڑھتے ہی سو جاتے اور حسب توفیق اٹھتے رہتے وہ اشراق تک اپنے مصلے پر رہتے اور اشراق کی نماز پڑھ کر وہاں سے اٹھتے فارغ ہونے کے بعد بھی تکان محسوس ہوتا اور فراغت رہتی تو تھوڑی دیر کو لیٹتے ورنہ میوات کے جانیوالوں کو نصائح آنیوالے مہمانوں سے گفتگو فرماتے آنیوالے مہمانوں کا چچا جان کے یہاں بہت زیادہ اہتمام تھا اور حسب مراتب انکی خاطر میں اپنے معمولات کا بھی حرج فرمادیا کرتے تھے۔ سیدوں کا چچا جان نور اللہ مرقدہ کے یہاں خاص اہتمام تھا۔ ان کے احترام اہتمام اور خاطر کی مجھ پر بھی بہت مرتبہ تاکید فرمائی ان کی باوجود شاگرد اور مرید ہونے کے بعض لغزشوں پر بھی چشم پوشی فرماتے میں نے ایک مرتبہ چچا جان کے شاگرد مرید خادم کی ایک شکایت کی۔ فرمایا کہ مجھے بھی معلوم ہے مگر وہ سید ہیں اور اس لفظ کو کچھ ایسی عظمت سے فرمایا کہ میں بھی مرعوب ہوگیا۔ علی میاں چچا جان کی سوانح "مولانا محمد الیاس صاحب اور انکی دینی دعوت" میں لکھتے ہیں کہ مولانا معین اللہ ندوی راوی ہیں کہ میں بیمار تھا رمضان کا زمانہ تھا۔ میرا کھانا جانے لگا مولانا نفل کے لئے کھڑے ہوئے تھے لڑکے سے کہا کھانا رکھدو میں لیجاؤں گا۔ وہ سمجھا نہیں کھانا کوٹھے پر پہونچادیا۔ نماز پڑھ کر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے بچہ سے کہا تھا کہ کھانا میں لیجاؤں گا یہ خود لے آیا۔ پھر میرے پاس بیٹھے ہوئے دیر تک شفقت محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے رہے (دینی دعوت) اسمیں مولانا معین اللہ صاحب کی سیادت کو زیادہ دخل ہے۔ اور دوپہر کو تھوڑی دیر گھنٹہ دو گھنٹہ آرام فرمانے کا بھی معمول تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد اپنے حجرہ شریف میں تشریف لاکر آنے جانے والے مہمانوں سے گفتگو فرماتے اور عصر تک یہی سلسلہ رہتا۔ اس درمیان میں ماہ مبارک کا

کوئی سبق کسی کا ہوتا تو پڑھاتے عصر کے بعد سے مغرب تک ذکر بالجہر میں مشغول رہتے ۔بغیر رمضان کے یہ ذکر اخیر شب میں ہوا کرتا تھا جو تہجد کے بعد سے صبح کی نماز کے قریب تک رہتا۔ اسلئے کہ بغیر رمضان کے صبح کی نماز غایت اسفار میں ہوتی میں نے اپنے جملہ اکابر میں ذکر بالجہر کا اخیر تک پابند جتنا چچا جان نور اللہ مرقدہ کو پایا اتنا کسی کو نہیں پایا۔ بیماری کے چند سالوں سے قبل بارہ تسبیح اور اسم ذات کا ذکر بغیر رمضان کے اخیر شب میں اور ماہ مبارک میں عصر سے مغرب تک کا بہت اہتمام تھا۔ چچا جان نور اللہ مرقدہ کا تیسرا حج ماہ مبارک میں شروع ہوا۔ علی میاں چچا جان کی سوانح میں لکھتے ہیں ۵۱ھ میں آپ تیسری بار حج کو گئے رمضان کا چاند نظام الدین میں نظر آ گیا تھا۔ تراویح دہلی کے اسٹیشن پر ہوئی تراویح سے فراغت پر کراچی کی گاڑی میں سوار ہو گئے (دینی دعوت) یہ ناکارہ بھی اسوقت چچا جان نور اللہ مرقدہ کی مشایعت کیلئے دہلی گیا ہوا تھا گاڑی میں سامان وغیرہ رکھوانے کے بعد دہلی کے اسٹیشن پر چچا جان نے تراویح پڑھائی تھی جو حضرات مشایعت کرنے والے ساتھ تھے وہ تو تھے ہی اور دہلی کے لوگ بھی بہت سے جمع ہو گئے کچھ لوگ اپنی اپنی مساجد میں تراویح پڑھنے کے بعد چچا جان کی تراویح میں آکر شریک ہوتے رہے کہ مساجد میں عموماً جلدی فراغت ہو جاتی ہے۔ اور چچا جان کی تراویح سامان وغیرہ رکھنے کی وجہ سے دیر میں شروع ہوئی تھی الم کے پارہ سے تراویح شروع کر دی اور نہایت ہی اطمینان سے جیسا کہ اپنی مسجد میں پڑھ رہے ہوں تراویح پڑھائی کہ گاڑی لیٹ تھی اور سوا گھنٹے کے قریب اس کے چھوٹنے میں باقی تھا، تبلیغی گفتگو تو عزیزی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے جس کے دیکھنے والے اب بھی ہزاروں ہوں گے ہر وقت کا ایک مشغلہ تھا کھانے کے درمیان میں

ہوں ریل کے ڈبوں میں ہوں یا اسٹیشنوں پر ہوں، عزیز محمد ثانی سوانح یوسفی میں لکھتے ہیں
کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ رمضان المبارک کا بڑا اہتمام
فرماتے تھے میوات کی بکثرت جماعتیں اس ماہ مبارک میں مرکز آتی تھیں نیز اس مہینے میں
مختلف علاقوں میں جماعتیں نکلتی تھیں خود مرکز میں مقامی کام بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔
(سوانح یوسفی) آپ بیتی ۶ لکھوا رہا تھا اس میں اکابر کے مجاہدات کا ذکر آ گیا۔ کچھ واقعات
مشائخ کے حالات سننے میں یاد آئے۔ اور کچھ اپنی یاد سے تو خیال ہوا کہ رمضان کے
معمولات ان اکابر کے مستقل علیحدہ جمع کرادوں اور اس کو فضائل رمضان کا تتمہ بنادوں کہ
جس مصلحت سے میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ نے فضائل رمضان لکھوائی تھی یہ اس کا تکملہ
بن جائے۔ مگر وائے محرومی کہ ان آنکھوں نے سب ہی کچھ دیکھا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ
کے آخری دور سے لیکر انکے خلفاء کو اور ان کے خلفاء کو بھی بہت ہی قریب سے
دیکھنے کی نوبت آئی۔ اور ان سب اکابر کی شفقتیں تو جہیں انتہاء سے زیادہ رہیں اور مجھ جیسا
محروم القسمت بھی کوئی ہوگا کہ سارے ہی اکابر نے اس سیہ کار پر توجہیں فرمائیں مگر کتے کی
دم بارہ برس نہیں ساٹھ برس نلکیوں میں رہی مگر ٹیڑھی ہی رہی۔ شاید کسی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ
۴۵ھ میں جب حضرت قدس سرہ بذل المجہود مدینہ پاک میں لکھوا رہے تھے اور یہ نابکار
اپنے جثہ سے تو وہاں حاضر تھا۔ مگر اپنے دل سے نہ معلوم کس خرافات میں تھا۔ بذل لکھواتے
لکھواتے میرے حضرت قدس سرہ نے یہ ارشاد فرمایا ع ''من بتو مشغول تو با عمرو زید''۔ یہ
منظر جب بھی یاد آوے ہے تو سناٹا سا چھا جاتا ہے۔ جب یہ میرے حضرت نے ارشاد فرمایا
یہ تو مجھے یاد ہے کہ میں کہیں اور تھا اور یہ بھی یاد ہے کہ میرے حضرت کے اس ارشاد سے ایسی

چوٹ لگی تھی کہ اسوقت بھی میں بہت دیر تک سوچتا رہا کہ میں کہاں تھا کبھی یاد آ کے نہیں دیا۔ ان اکابر کے حالات لکھواتے وقت بھی اپنی بدحالی بدکاری کو سوچتا ہی رہا۔ اور ایک کہانی جو ہمیشہ کثرت سے اپنے والد صاحب سے بھی سنی اور کہیں دیکھی بھی تھی کہ گیدڑ جورات کو بہت شور مچاتے ہیں بالخصوص اخیر شب میں چیں چیں چیں کرتے ہیں اس کے متعلق مشہور یہ ہے کہ ان گیدڑوں کی فوج جب ایک جگہ جمع ہوتی ہے تو ان کا ایک بڑا کہا کرتا ہے۔ بہت لے سے بہت مزے میں آ کر کہ ''پدر من سلطان بود'' (میرا باپ بادشاہ تھا) اس کے اس کہنے پر سارے گیدڑ ایک دم بیک زبان ہو کر شور مچانا شروع کرتے ہیں ''تراچہ مراچہ، تراچہ مراچہ، تراچہ مراچہ''، (تجھے کیا مجھے کیا) بعینہ یہی مثال اس سیہ کار کی ہے کہ میں شور مچاتا ہوں کہ میرے باپ ایسے تھے، چچا ایسے تھا، بڑے ابا ایسے تھے دادے ابا ایسے تھے۔ شیخ ایسے تھے شیخ کے شیخ ایسے تھے۔ لیکن آخر میں پھر وہی تراچہ مراچہ کاش اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان اکابر کے عادات عبادات، اخلاق اور محاسن کا کوئی حصہ بھی کوئی قطرہ بھی اس سیہ کار کو نصیب فرما دیتا تو کیسا لطف آتا۔

الٰہی صدقۂ پیران عظام — دم آخر ہو میرا نیک انجام
طفیل آل واصحاب سرفراز — ہو تیرا فضل ہر دم میرا دمساز
وہ قوت بخش دے اے رب عالم — کہ اپنے نفس پر قابو ہو ہردم
بوقت نزع ہو کلمہ زباں پر — اٹھوں نیکوں میں شامل روز محشر

غرض دونوں جہاں میں کر تو امداد
بحق ہر ہمہ عباد وزہاد

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسّلام علی سید الانبیاء والمرسلین والہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

محمد زکریا کاندھلوی

یکم رجب المرجب ۱۳۹۲ھ یوم شنبہ